

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، پاکستان

اِمام احمد رضا

اور

عُلماءِ ریاستِ بہاولپور

از: ڈاکٹر مجید اللہ قادری
ایم۔ایس سی۔ایم اے، پی۔ایچ ڈی

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (رجسٹرڈ)

نام ——— امام احمد رضا اور علماء ریاست بہاولپور

تحقیق ——— پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

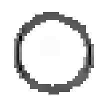
سن اشاعت ——— ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء

تعداد ——— ایک ہزار

نگران طباعت ——— اقبال احمد اختر القادری

ہدیہ ——— ۲۰/- روپیہ

ناشر ——— ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا' پاکستان



تقسیم کار

الختار پبلی کیشنز

○——۲۵' جاپان مینشن' رضا چوک (ریگل)' صدر کراچی- ۷۴۴۰۰

فون ۷۷۷۱۲۱۹' ۷۷۲۵۱۵۰

○——۴۴/۴-ڈی' اسٹریٹ نمبر ۳۸' سیکٹر-۶/۱-F' اسلام آباد ۴۴۰۰۰

فون ۸۲۵۵۸۷


بسم اللہ الرحمن الرحیم


صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمَالِہٖ

کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ

حَسُنَتْ جَمِیعُ خِصَالِہٖ

صَلُّوا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

علیہ الصلوٰۃ والسلام

کلام شیخ سعدی

کتبہٗ گوہر قلم

تقریظ

پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عارف

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمتہ دور حاضر کے ایک ایسے نابغہ روزگار ہستی تھے کہ : پھرتا ہے فلک برسوں------- تب حکمت و دانائی کا کوئی ایسا سورج طلوع ہوتا ہے !------- لیکن ادھر یہ بھی انسانی زندگی کا ایک عجیب رویہ رہا ہے کہ ناوک صیاد انہی کو نشانہ ستم بناتا ہے جو کسی طور عام سطح سے بلند نظر آتے ہیں------- ہم عصروں کی صف میں کسی کا غیر معمولی انداز میں نمایاں ہونا اس کے لئے مصیبت بن جاتا ہے۔ حاسدین کی نظروں میں وہ خار بن کر کھٹکنے لگتا ہے------- سامنے ہو کر مقابلہ مشکل نظر آتا ہے تو' سازشوں کے جال بنے جاتے ہیں' بہتان اور الزام تراشے جاتے ہیں۔ یوں' سفید کو سیاہ' سچ کو جھوٹ' حق کو ناحق' علم کو جہل اور سورج کو تاریکی بنا کر دکھایا جاتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا------- مخالفین نے پوری نصف صدی علم و عشق کے اس نیر تاباں کو آندھیوں کے پیچھے چھپانے کی بڑی کوششیں کیں۔ لیکن بالاخر : حق آگیا اور باطل نامراد ہوا------- حضرت مسعود ملت ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کی حق نمائی نے ظلمت کے پردے چاک کئے' اور اب عشاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قافلہ ان کے نقوش قدم پر اس

روشنی کو پھیلاتا نظر آرہا ہے' جس کے معدوم ہوجانے پر عالم اسلام رسوائیوں اور نامرادیوں کا شکار ہو رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت اپنے دور میں علم و عشق کی حیات بخش شعاعوں کا ایسا مرکز نظر آتے ہیں کہ ایک عالم ان کے گرد گردش کرتا دکھائی دیتا ہے۔ ان کے وقیع اور ضخیم فتوے اس امر کے گواہ ہیں کہ نہ صرف غیر منقسم ہند کے چپے چپے سے جید علماء مشکل ترین مسائل میں بڑے اعتماد سے ان سے رجوع کرتے ہیں' بلکہ دنیا کے دور دراز ممالک سے بھی سائل فیض پاتے ہیں اور ان کی نکتہ سنجی اور عمیق نظر دیکھ کر حیران و ششدر رہ جاتے ہیں ——

ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب کی مساعی لائق تحسین ہیں کہ فتاویٰ رضویہ کی ان نورانی کرنوں کی طرف ہماری توجہ مبذول کرائی ہے جس سے موجودہ پاکستان کا قریہ قریہ جگمگا رہا تھا —— جس میں خطہ ریاست بہاول پور ایک اعتبار سے خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔

سابقہ ریاست بہاول پور کی تاریخ گواہ ہے کہ یہ سرزمین ہمیشہ سے اولیائے عظام اور ایسے علمائے کرام کے زیر اثر رہی ہے جن کے قلوب عشق الٰہی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبوں سے روشن تھے —— اور یہی حضرات عوام اور خواص دونوں کی عقیدت و توجہ کا مرکز رہے ہیں۔ ایسے میں یہاں کی عام معاشرت پر اسلامی اقدار کی گہری چھاپ نظر آتی ہے —— بہاول پور کے ایک معروف اسکالر ڈاکٹر محمد سلیم اپنے ایک تحقیقی مقالے میں لکھتے ہیں :

"ریاست کی بڑی آبادی سنی مسلمانوں پر مشتمل تھی۔"

اور ان لوگوں کی تعداد نہایت قلیل تھی' جنہیں عوام الناس "وہابی" کہتے تھے۔ محرم کے ایام میں تعزیہ بنانا یا جلوس نکالنا ناقابل معافی جرم تھا۔

------ پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ "اسلام" اور اردو------ پاکستان کی دو اہم بنیادیں------ تقسیم سے قبل ریاست کے حکومتی ڈھانچے کے دو تشکیل عناصر تھے۔ یہاں کے دفاتر اور عدالتوں میں سارا کام اردو ہی میں ہوا کرتا تھا۔

اس سارے پس منظر میں یہ حقیقت ہے کہ نہ صرف ریاست کے علماء بلکہ عدلیہ کے اعلیٰ عہدیدار مشکل مسائل میں اعلیٰ حضرت سے رجوع کرتے تھے------ ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب نے مختلف علاقوں کے حوالے سے اعلیٰ حضرت کے تعلق پر مضامین کا جو سلسلہ شروع کیا ہے اس سے ایک بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ نہ صرف برصغیر پاک و ہند' بلکہ دنیا میں مسلمانوں کا کثیر طبقہ ان عقائد کا حامل ہے جس میں سب کے لئے محبتیں ہی محبتیں ہیں' نفرتیں کسی کے لئے نہیں------ لیکن ہوا یہ کہ ذرائع ابلاغ پر قابض ہوکر اپنے ایک فرد کو ہزار دکھانے والے نفرتوں کے سوداگر' سواد اعظم کو اقلیت دکھانے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں------ ان مضامین سے یہ بھی حقیقت کھلتی ہے کہ عشق و محبت کی بنیاد پر شخصیتوں کی تعمیر کرنے والے خود تقویٰ و پرہیزگاری' اور حق گوئی اور بے باکی کی اس منزل میں ہیں' جہاں نہ لالچ ہے اور نہ خوف۔ ساٹھ ساٹھ صفحات پر انتہائی غور و فکر اور مدلل انداز سے لکھے جانے والے فتاویٰ کے لئے ایک پیسہ بھی قبول کرنے کے روادار نہیں------ اور پھر' حق کہنے میں نہ اپنوں کی طرفداری ہے اور نہ غیروں کا امتیاز------ جو صحیح ہے سو صحیح' اور جو غلط ہے سو غلط۔

فتاویٰ رضویہ کی بارہ ضخیم جلدیں دینی علوم کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے۔ ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب نے اس کی روشنی میں اپنے موضوع پر نہایت عمدگی سے حقائق کو پیش کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی فقاہت اور علمیت کا

نقش دل پر اور گہرا ہوتا چلا جاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ان کی ہمت میں مزید اضافہ فرمائے کہ وہ اس سلسلے کو جاری رکھیں۔۔۔۔۔۔۔۔ آج اندھیرے میں بھٹکتے ہوئے مسلمانوں کو اس روشنی کی ازحد ضرورت ہے۔

احقر

(ڈاکٹر سید محمد عارف)

ایسوسی ایٹ پروفیسر (اردو)

ایس ای کالج۔ بہاول پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی (م ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) ابن مولانا علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری برکاتی بریلوی (م ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) ابن علامہ مفتی مولوی محمد رضا علی خاں بریلوی (م ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء) نے ۱۴ برس سے بھی کم عمر میں دین و مسلک کی خدمت کا آغاز کردیا تھا۔ آپ نے اپنے جد امجد کی قائم کردہ "مسند افتاء" {۱} کو والد گرامی کی حیات ہی میں

{۱}..... امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کے جد امجد مولانا مفتی محمد رضا علی خاں نے اس خاندان میں "مسند افتاء" کی بنیاد غالباً ۱۲۵۰ھ میں ڈالی تھی۔ اس تاریخ کی نشاندہی امام احمد رضا کے ملفوظات سے حاصل ہوئی ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اپنے وصال سے ایک ماہ قبل ۱۴ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ میں اپنے پیر و مرشد سید آل رسول قادری برکاتی علیہ الرحمۃ کے عرس کی تقریب میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا :

> "اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے کرم سے اس گھر سے فتوے نکلتے ۹۰ برس سے زائد ہوگئے۔ میرے دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مدت العمریہ کام کیا۔ جب وہ تشریف لے گئے تو اپنی جگہ میرے والد ماجد قدس سرہ العزیز کو چھوڑا۔ میں نے چودہ سال کی عمر میں ان سے یہ کام لے لیا۔ پھر چند روز بعد امامت بھی اپنے ذمے لے لی۔ غرض کہ میں نے اپنی صغر سنی میں کوئی بار ان پر نہ آنے دیا۔ جب انہوں نے رحلت فرمائی تو مجھے چھوڑا۔"

(مولانا حسنین رضا خاں وصایا شریف ص ۱۹ مکتبہ اشرفیہ بریلی)

اعلیٰ حضرت ۱۳۴۰ھ میں یہ فرمارہے ہیں کہ اس گھر "مسند افتا" سے فتوے نکلتے ہوئے ۹۰ برس ہوگئے اس لحاظ سے "مسند افتا" کی [illegible]

رونق بخشی۔(۱) امام احمد رضا خاں لگ بھگ ۵۵ برس تک مسلسل برصغیر پاک و ہند' عالم اسلام اور دیگر ممالک میں مجددانہ اور مجتہدانہ شان و شوکت کے ساتھ فتویٰ جاری فرماتے رہے۔ امام احمد رضا خاں بریلوی نے علوم قدیمہ و جدیدہ کے ہر ہر مسئلے کا آسان' مدلل' مفصل اور محققانہ جواب لکھا۔ فاضل بریلوی نے ۷۰ سے زیادہ علوم و فنون کا احاطہ کرتے ہوئے ہر علم و فن پر سیر حاصل لکھا اور انتہائی پیچیدہ اور مشکل ترین مسائل کے حل بھی پیش کئے۔ (۲)

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی اپنی حیات میں مرجع خلائق رہے۔ چنانچہ علماء' عرفاء' فقرا' فقہاء اور وکلاء سمیت تمام فنون سے تعلق رکھنے والے آپ ہی کے فضل و کمال کے معترف نظر آتے ہیں۔ امام احمد رضا خاں بریلوی کے پاس ہندوستان کے ہر چھوٹے بڑے شہر اور قریہ سے استفتاء آتے' اس کے علاوہ دیگر ممالک خاص کر چین' برما' بھوٹان' نیپال' عراق' سعودی عرب' جنوبی افریقہ' پرتگال' رنگون' سیلون' بنگلہ دیش' افغانستان اور امریکہ جیسے دور دراز علاقوں کے ساتھ ساتھ پاکستان کے تمام قصبوں سمیت اس کے سرحدی اور پہاڑی علاقوں سے بھی استفتاء بریلی پہنچتے تھے۔ ان استفتاء کی تعداد بعض اوقات ایک وقت میں ۴۰۰ سے بھی تجاوز کرجاتی تھی مگر آپ سب کا جواب حسب سوال عنایت فرماتے (۳)۔ آپ یہ جوابات اردو' فارسی اور عربی نثر کے ساتھ ساتھ فارسی اور اردو نظم میں بھی دیتے تھے جو "فتاویٰ رضویہ" کی ۱۲ ضخیم جلدوں کی زینت ہیں۔ (۴)

راقم السطور پاکستان کے صوبہ سندھ سے تعلق رکھنے والے علماء' فضلاء اور مستفتیان پر دو مقالے قلمبند کرچکا ہے۔ پہلا مقالہ بعنوان "امام احمد رضا اور علمائے بھرچونڈی شریف" (۵) قلمبند کیا تھا اور دوسرا مقالہ "امام احمد رضا اور علمائے کراچی" (۶) کے عنوان سے لکھا تھا۔ پھر ان دونوں مقالات کو کتابی

صورت میں یکجا کر کے بعنوان "امام احمد رضا اور علمائے سندھ" (۷) بھی شائع کرچکا ہے۔ راقم کا معارفِ رضاؒ کے لئے "مستفتیان پنجاب اور امام احمد رضا" کے عنوان سے مقالہ لکھنے کا ارادہ تھا لیکن مستفتیان پنجاب کی کثیر تعداد کے پیش نظر اس مقالہ کو کئی حصوں میں تقسیم کردیا ہے۔ پہلا حصہ صرف ریاست بہاولپور کے علماء اور فضلاء تک محدود ہے باقی حصوں کو بھی ترتیب دے کر "امام احمد رضا اور علمائے پنجاب" کے عنوان سے اس کی تکمیل کی جائے گی۔ انشاء اللہ

پاکستان کے سب سے بڑے صوبے پنجاب سے عام لوگوں کے علاوہ علماء، فقہاء، وکلاء اور مشائخ کی ایک کثیر تعداد امام احمد رضا خاں کی طرف رجوع کرتی نظر آتی ہے۔ چند اہم نام ملاحظہ فرمائیں۔ ہر نام کے آگے قوسین میں "فتاویٰ رضویہ" کی جلد نمبر اور صفحہ نمبر کی نشاندہی کردی گئی ہے۔

گجرات/گوجرانوالہ :

۱۔ پیرزادہ محمد معصوم شاہ گجرات (جلد ۱۰/حصہ دوم ص ۶۵)

۲۔ حافظ شاہ ولی اللہ کھکر گوجرانوالہ (۳۹۶/۳)

۳۔ مولوی نور عالم وزیر آباد گوجرانوالہ (۴۴۴/۶)

۴۔ غلام نبی موضع میانہ گوجرانوالہ (۳۶۳/۸)

۵۔ نظام الدین عثمان وزیر آباد (۲۰۱/۹)

۶۔ محمد خلیل اللہ وزیر آباد (۵۶/۴)

لاہور :

۱۔ مولانا انوار الحق (۷۵/۵)، (۲۲۶/۳)، (۳۱۷/۸)، (۳۵۶/۸)، (۴۶۹/۸)

۲۔ مولانا احمد الدین، بیگم شاہی مسجد لاہور (۸۶/۶)، (۸۷/۵)، (۹۲/۷)، (۷۰/۹)، (۲۱۲/۱۰)، (۱۲۴/۴)، (۹۲/۷)

۳۔ مولانا محمد بخش حنفی چشتی لاہور (۱۰۱/۶)

۴۔ پروفیسر مولانا حاکم علی نقشبندی لاہور (۲۷۹/۱۰)

۵۔ مولانا سید دیدار علی الوری لاہور (۱۲۶/۶)' (۱۵۵/۱۲)

۶۔ مولوی عبداللہ ٹونکی لاہور (۳۱۸/۹)' (۲۱۹/۷)' (۵/۴۰/ حصہ ۴)
(۸۱/۸)

۷۔ مولانا عبدالحمید قادری رضوی بزم حنفیہ لاہور (۳۷۸/۹)' (۲۷۸/۱۱)'
(۱۰۸/۸)

۸۔ مولانا ابوالرشید محمد عبدالعزیز مزنگ لاہور (۳۵۴/۲)

۹۔ مولانا شاہ محرم علی چشتی صدر ثانی انجمن نعمانیہ لاہور (۱۲۸/۱۲)

سیالکوٹ :

۱۔ ابوالیاس محمد امام الدین کوٹلی لوہاراں (۱۹۲/۱۰)' (۳۷۴/۹)

۲۔ ابو یوسف محمد شریف کوٹلی لوہاراں (۳۱۹/۶)

۳۔ مولانا محمد قاسم قریشی ڈسکہ سیالکوٹ (۱۱۵/۹)' (۱۵۸/۱۰)

۴۔ مولانا محمد قاسم کھوکھر مدرس مدرسہ دہانوں تحصیل ڈسکہ سیالکوٹ
(۲۲/۱۲)' (۱۱۸/۱۰ حصہ دوم)' (۳۰۶/۱۰ حصہ دوم)

۵۔ اکبر شاہ کوٹلی لوہاراں (۲۳/۶)

۶۔ محمد اقبال و نور محمد تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ (۱۱۴/۵)

راولپنڈی' گوجر خاں' گولڑہ :

۱۔ میر غلام دیوی گوجر خاں پنڈی (۵۴۰/۷)

۲۔ مولانا محمد حنیٔ گوجر خاں پنڈی (۶۹/۵)

۳۔ مولوی غلام محی الدین اٹک پنڈی کیمپ (۸۸/۵)

۴۔ پیر حمیداللہ المعروف نعمان ملا گولڑا پنڈی (۶۶/۳)

۵۔ مولوی قاری عبدالرحمٰن گولڑا پنڈی (۱۰/۳۲ حصہ دوم)(۷/۴۸۹)
۶۔ مولوی تاج الدین گوجر خاں پنڈی (۶/۱۴۰)، (۹/۶۹)
۷۔ مولوی تاج محمود گوجر خاں (۲/۳۱)، (۷/۵۴۲)، (۸/۱۵)، (۸/۳۵۳)
۸۔ محمد جی گوجر خاں (۱۰/۳۱۱ حصہ دوم)

ڈیرہ غازی خاں :

۱۔ مولانا امام بخش فریدی جام پور ڈیرہ غازی خاں (۱۰/۱۳۳)، (۶/۱۴۲)
۲۔ مولوی احمد بخش ڈیرہ غازی خاں (۳/۳۹۱)، ۹/۸۹)
۳۔ مولوی عبدالغفور جامپور ضلع ڈیرہ غازی خاں (۹/۱۷۰)، (۶/۸۰)(۳/ ۷۵۴)
۴۔ عبداللہ مسجد کلاں ڈیرہ غازی خاں (۸/۳۱۸)

جہلم سرگودھا :

۱۔ فضل حق چشتی بھیرہ شاہ پور (۳/۲۰۸)، (۴/۲۲۵)
۲۔ سید مجیدالحسن جہلم موضع غازی نارہ (۴/۴)
۳۔ حافظ سجاد شاہ ضلع جہلم (۸/۳۱۹)، (۱۰/۲۰۲)
۴۔ ہدایت یار خاں ضلع جہلم (۶/۴۸۹)
۵۔ محمد رحیم بھیرہ ضلع شاہ پور (۱۰/۲۴۹ حصہ دوم)

اٹک، ڈیرہ اسمٰعیل خاں، ہری پور ہزارہ :

۱۔ مولوی عبداللہ خاں وزیرستان ڈیرہ اسمٰعیل خاں (۳/۲۶۲)
۲۔ قاضی غلام ربانی (۶/۱۷۵)، (۴/۱۲۱)، (۶/۲۹۳)
۳۔ قاضی غلام گیلانی کیمبل پور ضلع اٹک (۴/۲۱)، (۵/۱۲۴)، (۶/۲۱۶)، (۷/۵۲۳)، (۳/۶۹)، (۸/۳۷۵)، (۸/۳۲۸)، (۸/۳۵۳)، (۳/۶۲۶)، (۱۰/۱۹)

۴۔ مولوی شیر محمد ہری پور کوٹ نجیب (۲/۳۸۴)، (۴/۳۳)، (۴/۱۸۰)، (۴/۳۰)، (۴/۴۷۴)

۵۔ مولوی اکبر حسین ڈیرہ اسمٰعیل خاں وزیرستان (۸/۳۲۱)

۶۔ ہزارہ (۱۰/۱۹ حصہ اول) بزبان فارسی

ریاست بہاولپور :

۱۔ مولانا محمد دین جج چیف کورٹ بہاولپور (۱۱/۲۱۲۔۲۷۷)

۲۔ مولوی سراج الحق جج بہاولپور کورٹ (۷/۳۰۳)

۳۔ سراج الفقہا مفتی سراج احمد خانپور (۹/۳۸۵)

۴۔ مولونا محمد غوث بخش خانپور (۸/۱۱۰)

۵۔ مولونا نور احمد فریدی بہاولپور (۸/۱۱۷)، (۶/۱۳۲)، (۸/۷۵)

۶۔ مولوی محمد یار چاچڑاں شریف بہاولپور (۷/۵۲۹)، (۶/۱۹۸)

۷۔ پیر نور محمد ولد پیر قمرالدین صادق پور (۷/۴۴۳)

۸۔ احمد بخش چشتی بہاولپور بجہ شریف (۸/۱۱۰)، (۸/۲۲۸)

۹۔ مولوی عبدالرحیم مدرس ریاست بہاولپور (۶/۱۵۸)، (۶/۱۷۱)

۱۰۔ مولانا سید سردار احمد شاہ قادری گڑھی اختیار خاں ضلع رحیم یار خاں (۵/۹۹ حصہ سوم)

۱۱۔ سیکریٹری اوقاف ریاست بہاولپور (۶/۳۸۴)

ریاست بہاولپور ایک قدم اسلامی ریاست ہے جو دریائے ستلج، پنجند اور سندھ کے بائیں کنارے پر ۳ سو میل تک پھیلی ہوئی تھی اور عرض اس کا اوسطاً" ۴۰ میل تک صحرا میں پھیلا ہوا تھا جس کی بنیاد سندھ کے داؤد پوتا خاندان کے دوسرے حکمراں محمد بہاول خاں نے رکھی تھی اور شہر کی بنیاد ۱۷۴۸ء میں پڑی تھی جس کو اس نے اپنے ہی نام سے موسوم رکھا۔ یہ

خاندان جو مصر کے عباسیوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتا مگر کسی مورث اعلیٰ عباس نام کی نسبت سے عباسی بھی کہلاتا تھا۔ اس خاندان نے ۱۸۳۸ء میں انگریزوں کے ساتھ معاہدہ کرلیا۔ (۸)

قیام پاکستان کے بعد ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو یہ ریاست پاکستان میں شامل ہوگئی۔ اس ریاست کا جداگانہ وجود ۱۹۵۵ء میں مکمل طور پر ختم کردیا گیا اور ریاست مغربی پاکستان میں مدغم کردی گئی۔ بہاولپور کمشنری میں ۱۹۵۱ء تک بہاولپور اور رحیم یار خاں اضلاع شامل تھے اور ۱۹۵۴ء میں بہاولنگر ضلع کو بھی اس کمشنری میں شامل کرلیا گیا۔ (۹)

ریاست بہاولپور پنجاب کے دیگر علاقوں کی طرح اولیاء اللہ کا مسکن رہی ہے۔ یہاں قدیم ترین اولیاء اللہ چوتھی صدی ہجری کے ملتے ہیں ممکن ہے اس سے قدیم صوفیائے کرام بھی موجود ہوں۔ اس علاقے میں آنے والے اولیاء اللہ میں حضرت صفی الدین گازرونی حقانی (م ۳۹۸ھ/۱۰۰۷ء) کو شرف اولیت حاصل ہے۔ آپ کا مزار اوچ شریف میں مرجع خلائق ہے۔ (۱۰) اس کے علاوہ اور بھی سینکڑوں اولیاء کرام مشائخ عظام اس خطے میں آرام فرما رہے ہیں۔ یہاں کی مشہور خانقاہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ (م ۷۸۵ھ) کی ہے۔ (۱۱)

ریاست بہاولپور میں امام احمد رضا بریلوی کے ہم عصر کئی علماء و فضلاء موجود تھے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو مقام و مرتبہ اور فضیلت عطا کی تھی اس کے باعث بڑے بڑے فقہاء قاضی اور وکلاء حضرات امام احمد رضا ہی کی طرف رجوع کرتے نظر آتے ہیں۔ ریاست بہاولپور جو اسلامی مزاج کی ریاست تھی یہاں کے علماء و فضلاء اور جج صاحبان بھی جب کسی شرعی مسئلے کا حل معلوم کرنے میں قاصر رہتے یا پیچیدگی پاتے تو بریلی شریف کی ”مسند

افتاء" کی طرف ہی استفسار کرتے۔ {۲} ریاست بہاولپور سے اگرچہ کئی استفتاء بریلی بھیجے گئے مگر ان تمام استفتاء میں چند بہت ہی اہم اور پیچیدہ مسائل میں اعلیٰ حضرت سے رجوع کیا گیا اور آپ نے تمام استفتاء کے معرکتہ الاراء جواب دیئے جس پر علماء و فضلاء ششدر رہ گئے مثلاً مولوی محمد دین جج چیف کورٹ بہاولپور، سراج الفقہا مفتی سراج احمد خانپوری وغیرہ۔

مولوی محمد دین جج :

ریاست بہاولپور کے کورٹ میں ایک وراثت کے سلسلہ کا مسئلہ ۱۳۳۱ھ/

{۲}.... اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنی حیات ہی میں مرجع خلائق تھے اس کا اعتراف نہ صرف بریلی اور ہندوستان کے علماء و فضلاء کرتے ہیں بلکہ موجودہ پاکستان کے بھی بیشتر علاقوں سے جب استفتاء بریلی پہنچتے تو اس میں مستفتی برملا بریلی کے دارالافتاء کو مرکز قرار دیتا۔ ایسا ہی ایک اعتراف مجلس "جمعیتہ الاحناف" جو ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء میں سندھ کے شہر کراچی میں حضرت مولانا غلام رسول القادری القلندری (م ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء) کی سربراہی میں قائم ہوئی اس کے ناظم اعلیٰ مولانا سید محمد حسن قادری عرف محمد علم الدین حنفی القادری نے ۱۳۳۴ھ میں بریلی شریف بھیجے گئے ایک استفتاء میں کیا : یہ استفتاء انجمن خدام کعبہ سے متعلق ہے اس کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے :

"چونکہ آج کل تمام اہلسنت کا رجوع دارالافتاء بریلی ہی کی طرف ہے لہٰذا یہاں سے خاطر خواہ جواب آنے پر ہم سب مسلمانوں کو تشفی ہوجائے گی خاص کر ہم سنیوں کے پیشوا، مسلمانان ہندوستان کے امام و مقتدا اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا امام احمد رضا خاں صاحب قبلہ دام ظلہ العالی کی مہر و تصحیح و تصدیق ہم سب کی مشکل کشائی و بے حد تسلی و خاطر خواہ تشفی کا موجب ہوگی۔"

(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲ ص ۲۲۵، مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

۱۹۱۱ء میں پیش کیا گیا مگر اس مسئلے کو کورٹ میں طے نہیں کیا جاسکا۔ کورٹ کے چیف جج مولوی محمد دین نے ریاست بہاولپور کے مفتیوں کے ساتھ ساتھ لاہور کے کچھ مفتیان کرام سے بھی اس سلسلے میں استفسار کیا مگر مسئلہ مزید الجھتا گیا اس سے قبل سیشن کورٹ کے جج ججی خانپور {۴} بھی اپنا فیصلہ دے

{۴}.... جج خانپور ڈسٹرکٹ بہاولپور کے جج تھے یہ غالباً جج محمد اکبر ہیں جو ججی کے عرف سے مشہور ہوئے۔ بہاولپور کے معروف قلمکار جناب مسعود حسن شہاب دہلوی جج محمد اکبر کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں :

"بعض لوگوں کے ساتھ ان کا عہدہ نام کا جزو بن جاتا ہے۔ (جیسے ڈپٹی نذیر احمد دہلوی' ڈپٹی کے عرف سے مشہور ہوئے) جج محمد اکبر بھی ان لوگوں میں تھے جن کی ججی ان کے نام کا سابقہ بن گیا۔" آپ نے چیف کورٹ میں شتہ دار کی حیثیت سے ملازمت کا آغاز کیا اور ترقی پاتی ہوئے ریاست کے چیف کورٹ بھی مقرر ہوئے۔ لیکن اصل شہرت آپ کو بطور ڈسٹرکٹ جج کے حاصل ہوئی تھی جب آپ نے مرزائیوں کو ایک مقدمے میں خارج اسلام قرار دیا تھا۔ ہندوستان کی تاریخ میں یہ پہلا عدالتی فیصلہ تھا۔

جج محمد اکبر دینی فکر کے حامل ایک صالح بزرگ تھے۔ صوم و صلوۃ کے پابند اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں کوشاں۔ اکثر نماز محلہ کی مسجد میں باجماعت ادا کرتے۔ آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کی حد تک عقیدت تھی۔ ہر سال "عید میلادالنبی" بڑی تزک و احتشام سے منایا کرتے تھے۔ چیف کورٹ سے ریٹائرمنٹ کے بعد ریاست کے محکمہ مذہبی امور کے ناظم مقرر کیے گئے۔ آپ ہی کی کوششوں سے (ریاست بہاولپور میں سرکاری طور پر) "شعبہ افتاء" قائم ہوا۔ آپ نے ۵ مئی ۱۹۵۴ء میں انتقال فرمایا۔

چکے تھے مگر وہ بھی مطمئن نہ تھے چنانچہ انہوں نے بھی ایک استفتاء بنایا تھا۔ مولوی محمد دین نے اس پیچیدہ مسئلے کے حل کے لئے بریلی کے دارالافتاء کا دروازہ کھٹکھٹایا اور ان کی طرف ایک استفتاء تیار کرکے بریلی شریف بھیجا۔ ساتھ میں آٹھوں مفتیوں کے جوابات معہ ججی خانپور کے استفتاء اور چیف کورٹ کا فیصلہ اعلیٰ حضرت کو بھیج دیا گیا یہ استفتاء فتاویٰ رضویہ کی ۱۱ویں جلد میں موجود ہے۔ یہاں چند اقتباسات ملاحظہ کیجئے :

مسئلہ : از کچہری چیف کورٹ' ریاست بہاولپور مرسلہ محمد دین صاحب جج ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

آج یہ مسل پیش ہوئے فتاوئے مصدرہ میں جو سوال زیر بحث اکثر طے ہوچکے ہیں ان کے اس حکم درمیانی میں تفصیل کے ساتھ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ذیل میں ان سوالات کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں ابھی تک اطمینان کی ضرورت ہے۔

الخ۔ نقول فتاویٰ علمائے منسلکہ مسل معہ نقل استفتاء و نقل "وصیت نامہ" خدمت میں مولوی احمد رضا خاں بریلوی مرسل ہو اور التماس کی جائے کہ ان تمام فتاویٰ کو ملاحظہ فرمادیں اور ان سوالات حل طلب کے متعلق اپنی رائے معہ استناد جواب تحریر فرماکر بہت جلد مرحمت فرمائیں۔ مبلغ (۵ روپے) بذریعہ منی آرڈر مولوی صاحب کی خدمت میں بھجوادیئے جائیں اور یہ بھی التماس ہو کہ علاوہ امور مستفسرہ کے اگر کوئی اور امر بھی قابل اصدار فتویٰ معلوم ہو تو اطلاع بخشیں' ملاحظہ فتاویٰ سے فتاویٰ کو اختلاف علماء کے تمام جزئیات اور صورتیں واضح ہوں گی

ہر ایک فتوی پر علیحدہ علیحدہ نمبر دیئے گئے ہیں' مقدمہ چونکہ عرصہ سے دائر ہے اس لئے نتیجے کے بھجوانے کے لئے استدعا کی جاتی ہے کہ بہت جلدی عدالت ہذا میں بھجوادیا جائے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۱ ص ۲۱۲۔۲۳۱' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کراچی)

وراثت سے متعلق مختصراً" مسئلہ یہ تھا کہ مسمی واحد بخش نے اپنی جائداد سے متعلق انتقال سے چند یوم قبل ایک وصیت لکھوائی کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی بیوی کو جائداد میں سے کچھ زیورات دے دیئے جائیں اور بقیہ تمام جائداد مکان سمیت اپنے ایک خادم کے نام کردی جبکہ بیوی کے علاوہ اور کوئی وراثت میں دعویدار بھی نہیں ہے۔ مگر بیوی نے بقیہ جائداد میں بھی دعوی دائر کیا ہے اور خادم نے واحد بخش کی بیوی پر سنگین الزامات لگائے ہوئے ہیں۔

مولوی محمد دین کی طرف سے بھیجے گئے استفتاء کے ساتھ جو آٹھ فتاویٰ کی نقل اور وصیت نامہ بھیجا گیا تھا وہ فتاویٰ رضویہ کی گیارہویں جلد کے صفحہ ۲۱۴ تا ۲۳۱ پر موجود ہے اس کے بعد فقیہہ اعظم امام احمد رضا کا جواب صفحہ ۲۳۱ سے شروع ہوکر صفحہ ۲۷۷ پر ختم ہوتا ہے یعنی استفتاء اور فتوی مجموعی طور پر جہازی سائز کے ۶۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ امام احمد رضا نے استفتاء کے جواب سے قبل چند باتیں تمہیداً" تحریر فرمائی تھیں۔ ان کو پہلے ملاحظہ کیجئے :

الجواب : الحمدللہ رب العالمین و بہ ثمہ برسولہ نستعین صلی اللہ تعالی وسلم وبارک علیہ وعلی الہ وصحبہ اجمعین۔

"الحمدللہ یہاں فتوی پر فیس نہیں لی جاتی' **ان اجری الاعلی رب العالمین۔** منی آرڈر واپس کردیا ہے۔
سوالات اور ان کے متعلق آٹھ فتوے ملاحظہ ہوئے۔
مفتیوں کے نام نہ لکھنا عجب نہ تھا۔ ایک فتوی میں جو دوسرے کا ذکر تھا وہ لکھ کر محو کردیا گیا یا بیاض چھوڑی ہے۔ یہاں اس سے کوئی بحث نہیں بعونہ عزوجل تحقیق حق سے کام ہے مگر اتنی گزارش مناسب ہے۔ بحمدہ تعالیٰ یہاں مسائل میں نہ کسی دوست کی رعایت ہے کیا ہمارے رب عزوجل نے نہ فرمایا :

"**یاایھاالذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم۔**" (النساء : ۱۳۵)
(اے ایمان والو انصاف پر خوب قائم ہوجاؤ اللہ کے لئے گواہی دیتے چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو) (کنزالایمان)

نہ کسی مخالف سے ضد اور نہ نفسانیت۔ کیا ہمارے مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے نہ فرمایا :

"**لایجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھواقرب للتقوی۔**" (المائدۃ : ۸)
(تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر نہ ابھارے کہ انصاف نہ کرو انصاف کرو' وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے۔")

مولانا سبحنہ تعالیٰ کی عنایت پھر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت سے امید واثق ہے کہ :

"یخافون لومتہ لائم" سے بہرہ وافی عطا فرمایا ہے۔
وللہ الحمد۔

اسی بنا پر بہت افسوس کے ساتھ گزارش کہ آٹھوں فتوؤں میں اصلا" ایک بھی صحیح نہیں اکثر سراپا غلط ہیں۔ اب ہم بتوفیق اللہ تعالیٰ اولاً کچھ مسائل کا افادہ کریں اور ہر افادہ پر جو فوائد متفرع ہوئے ان کے ساتھ لکھیں جس سے وضوح احکام کے ضمن میں یہ بھی واضح ہو کہ ان مفتیوں نے کہاں کہاں کیا کیا غلطیاں کیں اور ان کے علاوہ کیا کیا ضروری باتیں ان کی نظر سے رہ گئیں۔ مفتی صاحبوں نے انصاف فرمایا تو یہ امر باعث ناراضی نہ ہوگا بلکہ وجہ شکر کے مقصود بیان حق و اظہار احکام ہے نہ کہ کسی کے طعن و الزام اور یہ امر قدیم سے معمول علمائے اسلام رہا۔

ثانیا" پانچوں سوالات حال کے جواب دیں۔

ثالثا" ساتوں سوالات سابق کے جواب لکھیں جو ان مفتیوں سے کیے گئے اور جواب غلط و ناقص ہے۔ یہ اس لئے کہ محکمہ قضاء نے جن امور کی نسبت تحریر فرمادیا ہے کہ وہ فتاویٰ مصدرہ میں جو سوال زیر بحث آکر طے ہوچکے ہیں ان کی ذکر کی ضرورت نہیں' ان میں بھی اظہار ہو کہ قابل اطمینان بات صاف نہ ہوئی تھی۔ اس کا حق ہمیں خود ہی تھا اور اس تحریر دارالقضاء کے بعد بدرجہ اولیٰ کہ علاوہ امور مستفسرہ کے اگر کوئی اور امر بھی قابل اصدار فتوی معلوم ہو تو اطلاع بخشیں۔

رابعا" حکم اخیر لکھیں کہ اس مقدمہ میں دارالقضاء کو کیا کرنا چاہئے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ

منیب۔"

(فتاویٰ رضویہ ج۔۱۱ص ۲۳۱۔۲۳۲)

اس کے بعد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی نے "الافادات و التفریعات" کے عنوان کے تحت ۱۲ افادات اور ۱۲۴ تفریعات تفصیل سے بیان فرمائیں پھر ان افادات اور تفریعات کے اندر جو مزید فائدے آئے ان کو بیان فرمایا اور ان افادات و تفریعات کا اختتام ان کلمات پر کیا۔

"الحمدللہ تحقیق اپنے ذروۂ علیا کو پہنچی اور تمام مسائل متعلقہ کا انکشاف منتہیٰ' کواب بتوفیق تعالیٰ جواب سوالات کی طرف توجہ کریں اور صرف بیان حکم پر قناعت' اکثر حکم کی دلیل و سند افادات میں واضح ہوچکی ہیں۔ وللہ الحمد۔

(فتاویٰ رضویہ ج۔۱۱ص ۲۷۳)

امام احمد رضا نے اس کے بعد ججی خانپور ڈسٹرکٹ جج بہاولپور کے استفتاء کے پانچوں سوالات کے جوابات دیئے اور آخر میں جج محمد دین کے ساتوں سوالات کے جوابات اور سب سے آخر میں "حکم اخیر" میں دارالقضاء کے لئے فیصلہ لکھ کر بھیجا اس طرح یہ طویل فتویٰ ۶۵ صفحات کے بعد اختتام کو پہنچا۔ اس طرح علم میراث کے سلسلے کا یہ پیچیدہ مسئلہ جس کو چیف کورٹ' ڈسٹرکٹ جج اور آٹھ مفتیان بہاولپور اور لاہور حل نہ کرسکے اس کو اس زمانے کے علم میراث کے سب سے بڑے عالم امام الفقہاء امام احمد رضا محدث بریلوی نے حل کردیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ چیف کورٹ بہاولپور نے اپنی عدالت عالیہ میں جب اعلیٰ حضرت کا تفصیلی جواب یا فیصلہ پڑھ کر سنایا ہوگا تو سب ہی متاثر ہوئے ہوں گے۔ جج صاحبان بھی مطمئن ہوئے ہوں گے اور ممکن ہے اس فیصلے پر اظہار خیال بھی کیا ہو اگر بہاولپور کورٹ کے کتب

خانے میں (۱۳۳۱ھ) کے سال کی فائلوں کو تلاش کیا جائے تو بہت ممکن ہے اس فیصلے کی فائل بھی موجود ہو جو وراثت کے سلسلے میں عدلیہ کے لئے ایک نظیر ہوگی اور اس سے وکلاء اور جج صاحبان آج بھی افادہ کرسکیں گے۔ بہت ممکن ہے کہ یہ فیصلہ ان آٹھ مفتیان کرام کی نظر سے بھی گزرا ہو۔ جس کو سن کر یا پڑھ کر مفتیان کرام حضرت فقیہ اعظم کی فقاہت اور علمی وجاہت و جلالت سے متاثر بھی ہوئے ہوں۔

مولوی سراج الدین جج بہاولپور کورٹ :

میر سراج الدین {۴} ریاست بہاولپور کورٹ کے چیف جج رہ چکے ہیں۔ آپ مظفر نگر یوپی انڈیا کے رہنے والے تھے۔ لیکن ملازمت کے ساتھ ساتھ اس اسلامی ریاست ہی کو وطن بنالیا۔ اسلام کی سربلندی کے لئے مصروف عمل رہے۔ اپنے گھر پر درس گاہ کی بنیاد ڈالی۔ انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ درس قرآن و حدیث کا بھی اہتمام کیا۔ آپ دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم سمجھتے اور اکل حلال پر بھی بہت زور دیتے۔ جناب محمد حسن خاں میرانی نے آپ کے وصال پر ایک قطعہ کہا تھا :

{۴}.... میر سراج الدین کے صاحبزادے میر عبدالجمیل (م ۱۹۷۹ء) بھی تقویٰ طہارت میں اپنے والد کا نمونہ تھے۔ آپ بھی ۱۹۵۸ء تک ڈسٹرکٹ سیشن جج بہاولپور رہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد میر صاحب کی دلی خواہش تھی کہ زندگی کے باقی ایام مدینہ منورہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گزاریں۔ ان کا یہ سچا عشق آپ کو دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم لے گیا اور زندگی کا بقیہ حصہ آپ نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گزارا اور وہیں انتقال فرمایا۔ آپ جنت البقیع میں امہات المومنین کے قدموں میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔

(مسعود حسن شہاب دہلوی، مشاہیر بہاولپور ص ۴۶)

حقیقت میں تھے دین کے جو سراج
اٹھے بزم ہستی سے وہ آج آہ

لکھو ان کی تاریخ رحلت حسن
خلیق جہاں و عدالت پناہ (۱۲)

------ ۱۳۴۸ھ ------

مولوی سراج الدین جج ریاست بہاولپور کورٹ کا بھی ایک استفتاء فتاویٰ رضویہ کی جلد ہفتم میں ملتا ہے۔ یہ استفتاء امام احمد رضا بریلوی سے نکاح کے اثبات میں غیر مسلم کی شہادت سے متعلق ہے۔ استفتاء ملاحظہ کیجئے :

مسئلہ : مسؤلہ سراج الدین بہاولپور (پنجاب) ۱۵ شعبان المکرم شنبہ ۱۳۳۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بعالی خدمت حضرت مولانا جناب مولوی امام احمد رضا صاحب مدفیو ضکم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین

اس مسئلہ میں کہ آیا مسلمان مرد عورت کے نکاح کے اثبات میں غیر مسلم کی شہادت پر حصر کرنا جائز ہے۔ الخ

(فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۳۰۴)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کا جواب ملاحظہ کیجئے :

الجواب : نہ پہلی صورت میں نکاح ثابت ہو سکتا ہے۔

درمختار میں ہے :

"شرط حضور شاھدین مسلمین لنکاح مسلمتہ۔"

(ج ۲ ص ۳۷۳)

نہ ہی دوسری صورت میں مانا جاسکتا ہے۔ درمختار ہی میں ہے۔

"الشھادتہ شرطھا الولایتہ فیشرط الاسلام لوالمدعی علیہ مسلما"(ج ۴ ص ۵۱۳)

اور قاعدہ کلیہ یہ کہ کسی مسلمان مرد خواہ عورت پر نکاح، طلاق، بیع، ہبہ، اجارہ، وصیت جہاں بھر کے کسی معاملے میں کافر کی شہادت اصلا" کسی طرح مسموع نہیں قال اللہ تعالیٰ :

"ولن یجعل اللہ الکفرین علی المومنین سبیلا۔"

(النساء : ۱۴۱)

(اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا)

(فتاویٰ رضویہ جلد ۷ ص ۳۰۵)

سراج الفقہا مفتی سراج احمد خانپوری :

مفتی سراج احمد ابن مولانا احمد یار ابن مولانا محمد عالم قصبہ مکھن بیلہ مضافات خانپور ریاست بہاولپور میں ۱۴ ذوالحجہ ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے جامعہ فریدیہ چاچڑاں شریف میں مولانا تاج محمود اور مولانا غلام رسول سے تعلیم حاصل کی۔ دورۂ حدیث بہاولپور میں مولانا امام بخش سے کیا اور ۱۳۱۷ھ میں فارغ التحصیل ہوگئے۔ آپ حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمہ {۵} سے بیعت تھے۔ (۱۳) مفتی سراج احمد صاحب نے چاچڑاں

{۵}.... حضرت خواجہ غلام فرید ابن حضرت خدا بخش (م ۱۲۲۹ھ) ابن حضرت خواجہ احمد علی (م ۱۲۳۱ھ) چاچڑاں شریف میں (۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سکھوں

بقیہ اگلے صفحہ پر

شریف کے مدرسے کے علاوہ اپنے قصبہ میں بھی کافی عرصے تک درس و تدریس کی خدمت انجام دی۔ آپ کچھ عرصے مدرسہ انوارالعلوم ملتان میں بھی مدرس رہے۔ اس کے علاوہ سندھ کی معروف خانقاہ و مدرسہ بھرچونڈی شریف ڈہرکی سکھر میں بھی کئی سال تدریس فرماتے رہے۔ مولانا پیر عبدالرحمٰن (م ۱۳۸۶ھ) ابن حافظ مولانا محمد عبداللہ قادری (م ۱۳۴۶ھ) اور پیر عبدالرحیم شہید (م ۱۳۹۱ھ) جد امجد موجودہ سجادہ نشین پیر عبدالخالق ولد پیر عبدالحلیم (م ۱۳۹۴ھ) آپ ہی کے تلامذہ ہیں جو درگاہ شریف بھرچونڈی کے اکابر علماء اور مشائخ میں سے تھے۔ اس کے علاوہ بھی مفتی سراج احمد کے کئی تلامذہ نے نہ صرف شہرت پائی بلکہ علمی اور قلمی کارنامے انجام دیئے اور دے رہے ہیں۔ مثلاً مولانا ابوصالح محمد فیض احمد اویسی جو نہ صرف شیخ الحدیث و تفسیر ہیں بلکہ بہاولپور کی سرزمین کے اکابر علماء میں شمار ہوتے ہیں اور صاحب تصنیف بزرگ ہیں۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ عربی "تفسیر روح البیان" کا اردو زبان میں "فیوض الرحمٰن" کے نام سے ترجمہ ہے۔ اس کے علاوہ امام

پچھلے صفحہ کا بقیہ

کے مظالم سے تنگ آکر کوٹ مٹھن سے نواب صادق محمد خاں اول کی درخواست پر چاچڑاں شریف لے آئے۔ ظاہر و باطنی علوم و معارف اپنے بڑے بھائی حضرت خواجہ فخرجہاں غلام فخرالدین (م ۱۲۸۸ھ) سے حاصل کئے اور مرتبہ کمال کو پہنچے۔ بھائی کے وصال کے بعد آپ ہی سجادہ نشین ہوئے۔

حضرت غلام فرید علیہ الرحمہ ریاست بہاولپور کی مقامی سرائیکی زبان کے بے تاج بادشاہ تھے۔ آپ کو ڈاکٹر سر محمد اقبال نے ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔

"جس قوم میں خواجہ فرید اور اس کی شاعری موجود ہے اس قوم میں عشق و محبت کا موجود نہ ہونا تعجب انگیز ہے۔"

بقیہ اگلے صفحہ پر

احمد رضا کی نعتیہ شاعری پر مشتمل کلام "حدائق بخش" کی کئی جلدوں پر مشتمل شرح بھی لکھی ہے جس کی پانچ جلدیں اب تک شائع ہو چکی ہیں۔
آپ کے ایک اور نامور شاگرد جن کا تعلق گڑھی اختیار خان سے ہے وہ مولانا سید مغفور القادری (م ۱۳۹۰ھ) کے نام سے معروف ہیں۔
مولانا سراج احمد خانپوری ۷۰ سال تک علوم دینیہ کی تعلیم و تدریس میں

پچھلے صفحہ کا بقیہ

خواجہ غلام فرید مسئلہ وحدۃ الوجود کے بہت بڑے حامی تھے اور آپ نے اس کا برملہ اظہار اپنی اردو' فارسی اور ملتانی زبان کی شاعری میں فرمایا۔ آپ شریعت مطہرہ اور سنت مبارکہ پر سختی سے کاربند تھے۔ آپ نے چاچڑاں میں "جامعہ فریدیہ" کے نام سے مدرسہ قائم کیا۔ جہاں آپ خود بھی درس حدیث اور درس تصوف دیتے تھے۔ مسلک اہلسنّت و جماعت پر کسی کو فوقیت نہ دیتے۔ ایک دفعہ شوال ۱۳۰۶ھ میں مولانا غلام دستگیر قصوری (م ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) نے "براہین قاطعہ" کی بعض عبارات پر گرفت کی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی (مدرس اول جامعہ عباسیہ بہاولپور) سے ان عبارات پر مناظرہ کیا تو اس مجلس کے حکم (منصف) نواب بہاولپور نواب محمد صادق عباسی کے پیرو مرشد حضرت خواجہ غلام فرید صاحب ہی تھے۔ آپ نے فیصلہ دیا تھا کہ متنازعہ فیہا عبارات وہابیت کی ترجمانی کرتی ہیں اور وہ مسلک اہلسنّت کے خلاف ہیں۔

آپ کے مریدین کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ آپ کا وصال ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء میں ہوا آپ کا مزار کوٹ مٹھن میں ہے۔

(علامہ عبدالحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہلسنّت" ص ۳۲۱-۳۲۲)

مصروف رہے اور مفتی کی حیثیت سے ریاست بہاولپور میں "منصب افتاء" پر بھی کافی عرصہ فائز رہے۔ غزالی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ (م ء) نے آپ کو "سراج الفقہا" کے خطاب سے نوازا تھا۔

(۱۴) مفتی سراج صاحب کا وصال ۵ ذیلقعدہ ۱۳۹۲ھ/ ۱۲ دسمبر ۱۹۷۲ء کو ہوا۔ جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے "رحلت عالی مراتب" (۱۳۹۲ھ) سے تاریخ وفات کی تخریج فرمائی۔

حضرت مفتی سراج احمد سے متعلق بعض مورخین کا خیال ہے کہ مفتی صاحب ابتدا میں امام احمد رضا سے حسن اعتقاد نہیں رکھتے تھے کیونکہ ان کے بعض اساتذہ نے آپ کو اعلیٰ حضرت سے بد ظن کردیا تھا۔ لیکن جب آپ منصب افتاء پر فائز ہوئے اور میراث کے ایک مسئلے میں الجھن پیش آئی تو مجبوراً" انہوں نے امام احمد رضا سے رجوع کیا۔

استاد محترم مسعود ملت ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی اس سلسلے میں یوں رقم طراز ہیں :

"انہوں نے جب مسئلہ میراث پر امام احمد رضا سے رجوع کیا اور اور امام احمد رضا نے تشفی بخش جواب دیا تو مفتی سراج احمد حیران رہ گئے اور امام احمد رضا کی علمی عظمت کا نقش ان کے دل پر مرتسم ہوگیا۔"

آگے چل کر مفتی سراج احمد کا ایک اور واقعہ لکھتے ہیں :

"انہیں ایام میں مفتی سراج احمد کی ملاقات ایک غیر مقلد عالم مولوی نظام الدین سے ہوئی جو ان کے مخلصین میں سے تھے۔ سراج الفقہا نے امام احمد رضا کا رسالہ "الفضل الموہبی" ان کو دکھایا تو وہ حیران رہ گئے اور عالم حیرت میں فرمایا "یہ سب منازل فہم حدیث مولانا کو حاصل

تھے؟" افسوس کہ ان کے زمانے میں رہ کر میں بے فیض و بے خبر رہا۔"(۱۴)

مفتی سراج احمد خانپوری مورخین کے خیال سے ہٹ کر امام احمد رضا سے بہت زیادہ متاثر نظر آتے ہیں۔ ان کی دلی خواہش رہی کہ وقت کے "امام الفقہا" سے ملاقات کر سکیں۔ لیکن زمانے کی مجبوریاں آڑے آئیں' شرف ملاقات تو حاصل نہ ہوا لیکن آپ کی یہ تڑپ آپ کو بریلی شریف لے ہی گئی اور انہوں نے آپ کے مرقد اور علمی کارناموں کو دیکھ کر اپنی پیاس بجھائی۔ چنانچہ وقار ملت حضرت مفتی وقار الدین پیلی بھیتی {۶} (م ۱۴۱۱ھ/

{۶}.... استاذہ العلماء شیخ الحدیث و التفسیر' مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ محمد وقارالدین ابن حافظ حمیداللہ ۱۳۲۳ھ/۱۹۱۵ء میں پیلی بھیت میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تحصیل علم مدرسہ منظر الاسلام کے علاوہ مدرسہ حافظیہ سعیدیہ سے کیا۔ آپ کے اساتذہ میں کئی نامور علما کے نام آتے ہیں مثلاً مولانا حبیب الرحمٰن' مولانا عبدالحق' مولانا محمد سردار احمد لائلپوری' اور مولانا حکیم محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ وغیرہ۔ آپ نے ۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۷ء مدرسہ منظراسلام میں تدریسی خدمت انجام دی پھر ۱۹۵۴ سے ۱۹۷۱ء تک چٹا گانگ (بنگلہ دیش) کے جامعہ احمدیہ سنیہ میں تدریس فرماتے رہے اور ۱۹۷۲ء تا وصال مبارکہ دارالعلوم امجدیہ رضویہ میں دیگر فنون کی تعلیم کے ساتھ ساتھ مسند افتاء کی خدمت انجام دیتے رہے۔ آپ کے فتاویٰ کا ایک بڑا ذخیرہ دارالعلوم میں موجود ہے جو جدید مسائل میں مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے سنگ میل ثابت ہوسکتا ہے۔ بشرطیکہ دارالعلوم کے ذمہ دار افراد اس کی طباعت کا اہتمام فرمائیں۔ آپ حجۃ الاسلام مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی سے ارادت رکھنے کے ساتھ ان کے خلیفہ مجاز بھی تھے۔ آپ کا وصال ۱۹۹۰ء میں ہوا اور دارالعلوم امجدیہ کے احاطہ میں علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری ابن مولانا محمد امجد علی اعظمی کے ساتھ آرام فرما رہے ہیں۔ آپ کی ذات مسلک امام احمد رضا کی پرتو تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر پر رحمتوں کی بارشیں نازل فرمائے۔ آمین۔

۱۹۹۰ء) نے اپنے ایک مقالے میں اس واقعہ کو چشم دید گواہ کی حیثیت سے قلمبند کیا ہے۔ آپ رقم طراز ہیں :

"میں منظر الاسلام میں جس وقت طالب علم تھا اس زمانے میں پنجاب کے معمر جلیل القدر عالم و فقیہہ مولانا سراج احمد صاحب جنہوں نے زمانہ دراز تک فتویٰ نویسی کا کام کیا تھا اور اعلیٰ حضرت سے شاگردی یا ارادت کا کوئی تعلق بھی نہیں رکھتے تھے' بریلی شریف تشریف لائے' وہاں کسی سے تعارف بھی نہ تھا۔ حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۳۸۲ھ /۱۹۶۲ء) سے جو اس وقت بریلی میں مدرس تھے ملاقات کی اور فرمایا :

"اعلیٰ حضرت کی حیات میں علم وراثت کے سلسلے میں ایک رسالہ لکھ رہا تھا اور اس فن کی مشہور کتاب "سراجی" کی ایک عبارت میں جو ذوی الارحام کے بارے میں ہے ایک پیچیدگی تھی۔ میں نے اس کو لکھ کر بریلی' دیوبند اور کئی دوسری جگہ کے مشہور علماء کے پاس بھیجا اور اس کا حل طلب کیا۔ جو جواب آئے ان میں اعلیٰ حضرت کا جواب سب سے بہتر اور تسلی بخش تھا۔ اس کو پڑھ کر دل چاہا کہ خود جاکر ان سے ملاقات کروں لیکن حالات کی مجبوری سے حاضر نہ ہوسکا اور ان کا وصال ہوگیا۔ میرا شوق باقی تھا اس لئے یہ خیال کیا کہ ان سے ملاقات نہ ہوسکی تو کم از کم ان کے کتب خانے کو دیکھ کر علمی کارناموں سے مزید استفادہ کروں اس شوق میں یہاں آیا ہوں۔"

اتفاق سے اس زمانے میں اعلیٰ حضرت کے بڑے صاحبزادے حضرت مفتی مولانا محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی علیہ الرحمتہ (م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کے پاس کتب خانے کی چابیاں تھیں' موجود نہ تھے باہر تشریف لے گئے تھے۔ صرف فتاوی شامی کی اک جلد جس پر اعلیٰ حضرت کا مبسوط حاشیہ تھا {۷} مولانا سردار احمد صاحب کے پاس تھی۔ انہوں نے مفتی سراج احمد صاحب کو مطالعہ کے لئے دے دی۔ ۔۔ چند گھنٹے مطالعہ کرنے کے بعد مدرسہ واپس آئے میری موجودگی میں مولانا سردار احمد صاحب نے ان سے دریافت کیا کہ حاشیہ کیسا ہے مولانا سراج احمد خانپوری نے جواب دیا کہ :

"واللہ اگر علامہ شامی زندہ ہوتے تو اعلیٰ حضرت سے پڑھتے۔"

{۷}.... حضرت علامہ الشیخ السید محمد امین عابدین ابن السید الشریف عمر عابدین (۱۲۵۲ھ) کی مشہور و معروف تصنیف ردالمحتار کے نام سے ملقب ہے جو ۵ جلدوں پر مشتمل ہے۔ علامہ شامی کی اس کتاب پر امام احمد رضا خاں محدث بریلوی نے جد الممتار کے نام سے حاشیہ لکھا تھا آپ خود اس سلسلے میں رقم طراز ہیں۔

"میں نے جملہ علوم کی بڑی بڑی کتابوں پر حواشی بھی لکھے ہیں۔ حاشیہ نویسی کا سلسلہ زمانہ طالب علمی سے اب تک جاری ہے کیونکہ اس وقت میرا دستور رہا ہے کہ جب کوئی کتاب پڑھی اگر وہ میرے مسلک میں ہے تو اس پر حواشی لکھ دیئے اگر اعتراض ہو سکتا ہے تو اعتراض لکھ دیا اور اگر مضمون پیچیدہ ہے تو اس کی پیچیدگی دور

بقیہ اگلے صفحہ پر

یہ رائے اپنے علاقے (ریاست بہاولپور) اور اپنے وقت کے مایہ ناز فقیہ مولانا سراج احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ہے اس سے منصف مزاج اندازہ کرسکتا ہے کہ حواشی کا غیر مطبوعہ سرمایہ کیسا قیمتی ہے اور اعلیٰ حضرت کے علمی کارنامے کتنے بے بہا ہیں۔" (۱۷)

گذشتہ صفحہ کا بقیہ

کردی۔ حنفی اصول فقہ کی کتاب "مسلم الثبوت" پر "صحیح بخاری" کے نصف اول پر "صحیح مسلم" اور "جامع ترمذی" پر "شرح رسالہ قطبیہ پر حاشیہ" امور عامہ پر اور "شمس بازغہ" پر حواشی اس وقت لکھے جب کہ طالب علمی کے زمانے میں اپنے سبق کے لئے مطالعہ کرتا تھا۔ علاوہ ازیں "تیسیرا" "شرح جامع صغیر" پر "شرح چغمنی" اور "تصریح" پر اقلیدس کے تین مقالوں اور علامہ شامی کی "ردالمحتار علی الدر المختار" پر بھی حواشی لکھے۔ ان سب میں پچھلی یعنی "ردالمحتار" کے حواشی سب سے زیادہ ہیں، مجھے امید ہے کہ اگر انھیں کتاب سے الگ کردیا جائے تو دو جلدوں سے بڑھ جائیں گے۔

(امام احمد رضا الاجازات المتینہ العلماء بکتہ المدینہ (۱۳۲۴ھ، بحوالہ رسائل رضویہ دوم، ص ۳۰۹)

امام احمد رضا کا یہ حاشیہ "جدالممتار علی ردالمحتار" کے نام سے موسوم ہے اور مبارک پور سے اس کی ابتدائی دو جلدیں شائع ہوچکی ہیں اول جلد کراچی سے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا نے بھی ۱۹۸۵ء میں شائع کی تھی۔ یہ حاشیہ عربی زبان میں ہے اور عرب کے علماء نے اس کو بہت سراہا۔ ۱۹۸۵ء میں پاکستان میں عالمی سیرت کانفرنس اسلام آباد میں حکومت کی جانب سے منعقد کی گئی تھی۔ راقم اس میں مدعو تھا اس کانفرنس میں بیرونی ممالک سے آئے ہوئے علماء کو ادارہ کی جانب سے یہ حاشیہ تقسیم کیا گیا تھا جس کو مصری علمائے نے بہت سراہا۔

مفتی وقارالدین صاحب نے مفتی سراج احمد صاحب کے جس استفتاء کی طرف اشارہ کیا ہے وہ استفتاء فتاویٰ رضویہ کی جلد نہم میں درج ہے۔ مفتی سراج احمد نے اپنے استفتاء میں جس طرح فقیہ اسلام امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کو مخاطب کیا اور خطابات سے نوازا ہے وہ اس بات کی علامت ہے کہ آپ بعض مورخین کے خیال کے خلاف استفتاء بھیجنے سے قبل ہی امام احمد رضا سے بہت زیادہ متاثر تھے اور اعلیٰ حضرت کی علمی جلالت اور فقہی عظمت کے بھی قائل تھے ورنہ استفتاء میں صرف مدعا لکھ کر بھیج دیتے اور اس قسم کے تعریفی القاب نہیں لکھتے جیساکہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کو "علامتہ الدھر" حل المشکلات اور "صاحب کمال" وغیرہ لکھا ہے۔ مفتی سراج احمد نے یہ استفتاء بتوسط احمد بخش صاحب چشتی سجادہ نشین بجہ شریف ریاست بہاولپور روانہ کیا جب آپ علوم عربیہ میں مدرس تھے۔ یہ استفتاء ۱۳ ذی القعدہ ۱۳۳۶ھ/۲۸ مارچ ۱۹۱۸ء میں بریلی روانہ کیا گیا۔ استفتاء کے کلمات ملاحظہ کیجئے:

"بخدمت حضرت مولانا صاحب علامتہ الدھر مولوی احمد رضا خاں سلمہ الرحمٰن السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔

چونکہ یہ خاکسار اس وقت ایک رسالہ علم میراث کی تصنیف میں لگا ہوا ہے جو نہایت سہل مختصر اور منضبط قواعد پر مشتمل ہو۔ تقلید قواعد قدیمہ کی بالکل ترک کرکے قواعد ایسے ایجاد ہوچکے ہیں جو ایک ہی عمل کے ذریعہ سے مناسخہ تک مسئلہ بن جاتا ہے......... چونکہ اولاد ضعف رابع کے قاعدہ تحریی میں سخت اختلاف ہے لہذا حل ہونا اس مشکل کا بغیر امداد آں "حل المشکلات" "صاحب کمال" کے سخت مشکل ہے اور کوئی دوسرا اہل

فن باکمال میری رائے میں موجود نہیں کہ حل کرسکے بس بہرحال دوسرے شغل کو بالفعل بند فرماکر مکمل قاعدہ مفتی بہ بمعہ نقل عبارت فقیہ لکھ کر ارسال فرمائیں تاکہ بعینہ آپ کے فتویٰ کو درج رسالہ کیا جائے......... جب تک جواب آپ کا نہیں آئے گا میں سخت انتظار میں مضطرب رہوں گا اور رسالہ بھی ناقص رہے گا۔"

راقم خادم الشرع سراج احمد از طرف فقیر احمد بخش چشتی

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۳۸۵)

مفتی سراج احمد صاحب کا یہ استفتاء حسن اتفاق سے بریلی شریف دیر سے پہنچا اور جب انتظار کے باوجود جواب نہیں ملا تو مفتی صاحب نے دوبارہ استفتاء بناکر بھیجا اور اس دفعہ مولانا حکیم امجد علی اعظمی (م ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) خلیفہ اعلیٰ حضرت و مصنف "بہار شریعت" کو بھی ایک خط لکھا جس میں ایک دفعہ پھر اعلیٰ حضرت کو خراج عقیدت پیش کیا اور علم فقہ میں "علامہ متبحر" اور "شمع روشن" تسلیم کیا آپ کا یہ خط قارئین کی دلچسپی کے لئے یہاں پیش کیا جارہا ہے ملاحظہ کیجئے :

بخدمت جناب ابوالعلاء امجد علی صاحب سلمہ المذہب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ :

مسئلہ قاعدہ تحریم ضعف رابع ذوی الارحام مندرجہ لفافہ ہمارے علماء گرد و نواح کا مختلف فیہ واقعہ ہوا ہے۔ کوئی متون کو ترجیح دیتے ہیں۔ دیوبندیوں کا فتویٰ بھی یہی حتی کہ "مفیدالوراثین" کتاب میں بالتصریح مذکور ہے اور کوئی فتاویٰ خیریہ کو مقدم سمجھتا ہے۔ جس کی شامی نے

بھی تائید کی ہے۔ اب یہ مسئلہ معرکتہ آراء بن گیا ہے۔
ایک اس کا استفتاء مولوی عبدالغفور ہمایونی (م ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۸ء) بن مولوی خلیفہ محمد یعقوب ہمایونی (م ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۷ء) کو بھیجا گیا ہے مگر افسوس وہ فوت ہوگئے ہیں باقی دیوبندی علماء غیر مقلد ہیں ان کے فتوے پر اعتبار نہیں آتا۔ آج کل فقہ حنفی کا "عالم تبحر" بغیر مولوی احمد رضا خاں صاحب کے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آتا۔ ایک خط پہلے دربارہ استفتاء مذکور مولوی احمد رضا خاں صاحب کے پاس بھیجا گیا سب علماء اس جگہ والے منتظر جواب ہیں اس لئے آج دوسرا استفتاء مذکور کا نقل آپ کی وساطت سے بجناب مولوی صاحب بھیجا جاتا ہے۔ برائے عنایت و اعانت دین آپ بنفس نفیس یہ استفتاء مولوی صاحب کی خدمت میں پیش کرکے جواب لکھواکر واپس فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ آپ کو اس تکلیف کا نعم البدل عطا فرمائے گا۔ مگر جواب صرف "نعم" یا "لا" میں نہ ہو بلکہ بہ نقول و حوالہ کتب فقہ حنفی مستدل و مبرہن لکھوادیں۔ ایسے اختلاف عظیم کا مٹانا اور حق دریافت کرنا جس میں علامہ شامی جیسا محقق بھی عاجز ہوکر دوسروں کو فیصلہ پر امر بمراجعہ کتب فرمایا ہے بجز مولوی صاحب جیسے علامہ تبحر کے سوا اور کوئی قادر نہ ہوسکے گا۔ آج مولوی جیسی شمع روشن ہے کل کو خدانخواستہ کوئی شخص اس کو حل نہ کرسکے گا۔ مولوی صاحب کے ذخیرہ کتب موجود ہے امید ہے کہ کسی عالم مصر یا ملک شام کے کسی عالم نے اپنے

فتاویٰ میں ذکر اس جزئی کا کیا ہو وہ ضرور نقل فرمائیں۔ فقط

(۱۱ اگست ۱۹۱۸ء)

(فتاویٰ رضویہ جلد ۹ ص ۳۸۵)

امام احمد رضا نے اس استفتاء کا تفصیلی جواب معہ حوالہ جات کتب حنفی آٹھ صفحات پر مشتمل قلمبند کیا۔ اس میں مصری عالم سید احمد مصری طحاوی کا حوالہ بھی دیا۔ یہ جواب جلد نہم کے صفحہ ۳۸۶ سے شروع ہو کر صفحہ ۳۹۲ پر ختم ہوتا ہے۔

مفتی سراج احمد کے دونوں استفتاء سے اعلیٰ حضرت کی ان کے دل میں قدردانی عیاں ہے۔ ممکن ہے ابتدائی اساتذہ میں اہل دیوبند بھی ہوں اور انہوں نے آپ کو اعلیٰ حضرت کی طرف سے بدظن کردیا ہو مگر اعلیٰ حضرت کی شخصیت اور ان کے علمی کارناموں نے اس عقیدت قائم رکھا۔ راقم کے خیال میں چیف کورٹ بہاولپور جج محمد دین والے مسئلے میں ممکن ہے آپ بھی ریاست بہاولپور کے مفتیوں میں شامل ہوں اور اعلیٰ حضرت کا جواب جب آپ کے علم میں لایا گیا ہو تو آپ کے دل پر علمی جلالت کا سکہ بیٹھ گیا ہو اور جب خود علم میراث کے مسئلے میں الجھے تو اسی کنویں سے پیاس بجھائی ہو جو سارے زمانے کو سیراب کررہا تھا اور جس کا اس زمانے میں کوئی ثانی نہیں تھا۔

مفتی سراج احمد خانپوری کے علمی روابط اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے وصال (۱۳۴۰ھ) کے بعد بھی بریلی شریف کے مستند مفتیوں سے قائم رہے۔ چنانچہ مفتی سراج احمد نے مفتی حکیم امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کو ۱۳۵۰ھ میں ایک استفتاء بھیجا تھا جو فتاویٰ امجدیہ جلد دوم کے کے ص ۱۳۸ پر موجود

ہے۔ {۸} مفتی سراج احمد کے علاوہ ریاست بہاولپور کے اور بھی کئی مستفتیان کرام نے بریلی شریف کی مرکزی "مسند افتا" سے رجوع کیا جس پر اعلیٰ حضرت کے بعد کئی برس تک مفتی امجد علی اعظمی فتویٰ جاری فرماتے رہے۔ ان علماء میں مولانا محمد صادق (م ۱۹۶۴ء) معلم جامعہ عباسیہ کا استفتاء فتاویٰ امجدی جلد دوم میں ص ۸۳ پر موجود ہے ایک اور استفتاء مولانا محمد حسن شاہ ریاست بہاولپور کا بھی جلد دوم ص ۵۳ پر مرقوم ہے۔

{۸}.... مولانا مفتی سراج احمد خانپوری کا مولانا مفتی حکیم امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ سے کیا گیا استفتاء اور اس کا جواب ملاحظہ کیجئے :

مسئلہ ! از ریاست بھاول پور دربار معلی حضرت سجادہ نشین چاچڑان شریف مرسلہ مولانا مولوی سراج احمد صاحب

۳۰ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسی اللہ بخش مساۃ عزیزن کو مفرور کرکے بغیر رضا والد لڑکی بالغہ مذکورہ کے اپنا نکاح پڑھایا' اب والد منکوحہ دعویٰ تنسیخ نکاح بدیں وجہ دائر کیا ہے کہ میں متقی نمازی روزہ اور زمیں دار ہوں اور اللہ بخش ناکح فاسق بے نمازی میرے قریبی عصبہ کا چرواہا ہے' اس لئے بوجہ غیر کفو و عدم رضا ہندہ یہ نکاح باطل ہے کیا شرعاً" یہ نکاح باطل ہے اور چرواہا ہونا عرف عام میں ایک ذلیل پیشہ ہونے کے علاوہ شرعاً" بھی کوئی نص اس میں وارد ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا'

الجواب : کفاریت کا مدار عرف پر ہے کہ اگر ناکح میں اتنی کمی ہو کہ اولیاء زن کے لئے باعث ننگ و عار ہو تو کفوء نہیں ردالمحتار میں ہے :

بقیہ اگلے صفحہ پر

مولانا نور احمد فریدی :

ریاست بہاولپور کے معروف عالم دین حضرت مولانا نور احمد موضع پائی آہنہ تحصیل خانپور ضلع رحیم یار خان کے رہنے والے تھے۔ آپ نے تحصیل علم مولانا الٰہی بخش تلمیذ مولانا رحمت اللہ مہاجر مکی سے کیا اور گھر ہی سے درس و تدریس کا آغاز کیا۔ مولانا نور احمد خواجہ محمد بخش نازک ابن خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف سے بیعت تھے اور خلافت بھی حاصل تھی۔ آپ کو

گذشتہ صفحہ کا بقیہ

وفی الفتح ان الموجب هو استنقاص اهل العرف فيدور معه

(ص ۲۴۲ جلد ۲)

اور ناکح جب کہ چرواہا ہے اور منکوحہ کا باپ زمیندار تو اتنی کی ضرور ہے کہ عرفاً عار ہو' ردالمحتار میں ہے :

وفی البنایة عن الغایة الکناس والحجام والدباغ والحارس والسائس والراعی والقیم ای البلان فی الحمام لیس کفوء البنت الخیاط (ایضاً)

اور جب خیاط کا کفوء نہیں تو زمیندار کا بھی نہ ہوگا کہ زمیندار خیاط سے کم نہیں یونہیں جب کہ ناکح فاسق ہے اور یہ صالح و متقی تو وہ اس کا کفوء نہیں' درمختار میں ہے :

فلیس فاسق کفوالصالحة اوفاسقة بنت صالح معلنا کان اولا علی الظاهر (۲۴۰۔۲۴۱)

اور جب کہ عورت نے غیر کفو سے نکاح کیا تو صحیح یہ ہے کہ یہ نکاح ناجائز ہے' درمختار میں ہے :

ویفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازه اصلا وهو المختار للفتوی' واللہ تعالی اعلم۔ (۲۰۸۔۲۰۹)

(فتاویٰ امجدیہ ج ۲ ص ۴۸)

اپنے دادا مرشد خواجہ غلام فرید سے بہت محبت تھی۔ چنانچہ اپنے گاؤں کا نام بھی فرید آباد رکھ لیا اور خود فریدی یا فرید آبادی سے مشہور ہوگئے۔ (۱۸)

مولانا فریدی مسلک اہلسنّت کے زبردست داعی تھے۔ جب قادیانیوں نے خواجہ غلام فرید کے جعلی خطوط سے اپنے حق میں استدلال پیش کیا تو آپ نے دلائل و شواہد سے حقیقت حال واضح کیا۔ آپ نے اپنے آبائی گاؤں میں ہی انتقال فرمایا اور وہیں تدفین بھی ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق مولانا محمد یار گڑھی اختیار خاں آپ ہی کے خلیفہ تھے۔ (۱۹)

ریاست بہاولپور سے اگرچہ کئی علماء اعلیٰ حضرت کے گرویدہ تھے اور آپ کو اپنے زمانے کا متبحر عالم جانتے تھے مگر مولانا نور احمد فریدی نے تحریراً" آپ کو چودھویں صدی ہجری کا مجدد دین و ملت تسلیم کیا۔ {۹} اس کا اظہار آپ نے اپنے استفتاء میں بھی کیا جو آپ وقتاً" فوقتاً" بریلی شریف بھیجتے رہتے تھے۔ آپ کے بھیجے ہوئے ایک استفتاء کا متن ملاحظہ کیجئے :

از : ریاست بہاولپور مقام فرید آباد ڈاکخانہ غوث پور مرسلہ مولوی نور احمد صاحب فریدی ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

{۹}.... علامہ اویسی صاحب اپنے ایک مضمون میں رقم طراز ہیں کہ :

"فقیر اویسی غفرلہ کو زمانہ طالب علمی میں مولانا نور احمد کے کتب خانہ کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ آپ کی قلمی تصانیف بھی باصرہ نواز ہوئیں۔ فقیر نے سرسری طور پر چند ایک کی اوراق گردانی کی تو جابجا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو مجدد وقت اور بڑے بڑے القابات سے یاد فرمایا اور اپنی ہر تحقیق کی اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے مستند کیا۔"

(معارف رضا شمارہ ۴ مضمون "اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علمائے ریاست بہاولپور کی نظر میں" ص ۱۸۴)

ھوالحق ! شرف ملاحظہ عالیہ عالی جناب حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مدظلم العالی مجدد مائتہ حاضرہ یا حضرت اقدس دام فیوضاتکم العالیہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ :

صد آداب نیاز مندانہ بجالاکر عارض ہوں کہ اس جگہ دربارہ مسئلہ وحدۃ الوجود و سماع علماء میں سخت اختلاف ہے۔ زید کہتا ہے کہ مسئلہ وحدۃ الوجود حق ہے اور صحیح ہے......... اور سماع لاھلہ شرعاً" درست ہے.........

بکراس کے خلاف ہے اور فتویٰ دیتا ہے کہ مشرب وحدۃ الوجود والے تمام تر کافر ہیں اور سماع بلا تخصیص مطلق حرام ہے اور اس کا مرتکب معاذاللہ ملعون و کافر ہے.........

جواب سرفرازی بخشیں کہ ان میں سے کون حق پر ہے اور کون کاذب تاکہ تشویش اور خطرہ ایمانی بین المسلمین نہ آئے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۱۳۲)

امام احمد رضا نے اپنے جواب میں وحدت الوجود کی بحث کی ہے اور دلائل کے ساتھ وحدت وجود کے حق ہونے کو ثابت کیا ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے پورا فتویٰ نقل کررہا ہوں تاکہ اہل سنت وجماعت اس مسئلے سے اچھی طرح واقف ہوجائیں۔ فتویٰ ملاحظہ کیجئے :

الجواب : وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'

یہاں تین چیزیں ہیں۔ توحید' وحدت' اتحاد

۱۔ توحید مدار ایمان ہے اور اس میں شک کفر

۲۔ وحدت وجود حق ہے' قرآن عظیم و احادیث و ارشادات اکابر دین سے ثابت اور اس کے قائلوں کو کافر کہنا خود شنیع خبیث کلمہ کفر ہے۔

۳۔ رہا اتحاد وہ بیشک زندقہ و الحاد اور اس کا قائل ضرور کافر' اتحاد یہ کہ یہ بھی خدا وہ بھی خدا سب خدا۔

گر فراق مراتب نہ کنی زندیق ست

حاش للہ الہ' الہ ہے اور عبد' عبد' ہرگز نہ عبد الہ ہو سکتا ہے نہ الہ عبد' اور وحدت وجود یہ کہ وہ صرف موجود واحد باقی سب ظلال و عکوس ہیں' قرآن کریم میں ہے :

کل شئی ھالک الاوجھہ صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابن ماجہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اصدق کلمۃ قالھا الشاعر کلمۃ لبید الا کل شئی ماخلا اللہ باطل

سب میں سچی زیادہ بات جو کسی شاعر نے کہی لبید کی بات ہے کہ سن لو اللہ عزوجل کے سوا ہر چیز اپنی ذات میں محض بے حقیقت ہے' کتب کثیرہ **مفصلہ** اصابہ نیز مسند میں سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی :

فاشھد ان اللہ لاشئی غیر
وانک مامون علی کل غائب

میں گواہی دیتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ موجود نہیں اوز حضور جمیع غیوب پر امین ہیں' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔

اقول یہاں فرقے تین ہیں

ایک خشک اہل ظاہر کہ حق و حقیقت سے بے نصیب محض ہیں یہ وجود کو اللہ و مخلوق میں مشترک سمجھے ہیں

دوم اہل حق و حقیقت کہ بمعنی مذکور قائل وحدت وجود ہیں۔

سوم اہل زندقہ و ضلالت کہ الہ و مخلوق میں فرق کے منکر اور ہر شخص رشتہ کی الوہیت کے مقر ہیں۔

ان کے خیال و اقوال اس تقریبی مثال سے روشن ہوں گے۔

ایک بادشاہ اعلیٰ جاہ آئینہ خانہ میں جلوہ فرما ہے' جس میں تمام مختلف اقسام و اوصاف کے آئینے نصب ہیں' آئینوں کا تجربہ کرنے والا جانتا ہے کہ ان میں ایک ہی شے کا عکس کس قدر مختلف طوروں پر متجلی ہوتا ہے۔ بعض میں صورت خلاف نظر آتی ہے' بعض میں دھندلی' کسی میں سیدھی کسی میں الٹی' ایک میں بڑی ایک میں چھوٹی' بعض میں پتلی بعض میں چوڑی' کسی میں خوشنما کسی میں بھونڈی' یہ اختلاف ان کی قابلیت کا ہوتا ہے ورنہ وہ صورت جس کا اس میں عکس ہے خود واحد ہے' ان میں جو حالتیں پیدا ہوئیں متجلی ان سے منزہ ہے' ان کے الٹے' بھونڈے' دھندلے ہونے سے اس میں کوئی قصور نہیں ہوتا' **وللہ المثل الاعلیٰ**' اب اس آئینہ خانے کو دیکھنے والے تین قسم کے ہوئے۔

اول ناسمجھ بچے انہوں نے گمان کیا کہ جس طرح بادشاہ موجود ہے۔ یہ سب عکس بھی موجود ہیں کہ یہ بھی تو ہمیں ایسے ہی نظر آرہے ہیں' جیسے وہ ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ اس کے تابع ہیں جب وہ اٹھتا ہے یہ سب کھڑے ہوجاتے ہیں' وہ چلتا ہے یہ سب چلنے لگتے ہیں' وہ بیٹھتا ہے یہ سب بیٹھ جاتے ہیں تو عین یہ بھی اور وہ بھی مگر وہ حاکم ہے یہ محکوم اور اپنی نادانی سے نہ سمجھا کہ وہاں تو بادشاہ ہی بادشاہ ہے یہ سب اسی کے عکس ہیں۔ اگر اس سے حجاب ہوجائے تو یہ سب صفحہ ہستی سے معدوم محض ہوجائیں گے' ہو کیا جائیں گے اب بھی تو حقیقی وجود سے کوئی حصہ ان میں نہیں' **حقیقتہ** بادشاہ ہی موجود ہے باقی سب پر توکی نمود ہے۔

دوم اہل نظر و عقل کامل وہ اس حقیقت کو پہنچے اور اعتقاد بنائے کہ بیشک وجود ایک بادشاہ کے لئے ہے موجودہ ایک وہی ہے یہ سب ظل و عکس ہیں کہ اپنی حد ذات میں اصلا وجود نہیں رکھتے۔ اس تجلی سے قطع نظر کرکے دیکھو کہ پھر ان میں کچھ رہتا ہے' حاشا عدم محض کے سوا کچھ نہیں اور جب

یہ اپنی ذات میں معدوم و فانی ہیں اور بادشاہ موجود' یہ اس نمود و وجود میں اسی کے محتاج ہیں اور وہ سب سے غنی یہ ناقص ہیں وہ تام' یہ ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں اور وہ سلطنت کا مالک' یہ کوئی کمال نہیں رکھتے' حیات ة علم' سمع بصر قدرت ارادہ کلام سب سے خالی ہیں اور وہ سب کا جامع تو یہ اس کا عین کیونکر ہوسکتے ہیں لاجرم یہ نہیں کہ یہ سب وہی ہیں بلکہ وہی وہ ہے اور یہ صرف اس تجلی کی نمود' یہی حق و حقیقت ہے اور یہی وحدۃ الوجود۔

سوم عقل کے اندھے سمجھ کے اوندھے ان نا سمجھ بچوں سے بھی گئے گزرے انہوں نے دیکھا کہ جو صورت بادشاہ کی ہے وہی ان کی' جو حرکت وہ کرتا ہے یہ سب بھی' تاج جیساکہ اس کے سر پر ہے بعینہ ان کے سروں پر بھی' انہوں نے عقل و دانش کو پیٹھ دے کر بکنا شروع کیا کہ یہ سب بادشاہ ہیں اور اپنی سفاہت سے وہ تمام عیوب و نقائص نقصان قوابل کے باعث ان میں تھی خود بادشاہ کو ان کا مورد کردیا کہ جب یہ وہی ہیں تو ناقص عاجز محتاج الٹے بھونڈے بدنما دھندلے کا جو عین ہے قطعاً انھیں ذمائم سے متصف ہے'

تعالی اللہ

عما یقول الظالمون علوا کبیرا'

انسان عکس ڈالنے میں آئینے کا محتاج ہے اور وجود حقیقی احتیاج سے پاک وہاں جسے آئینہ کہئے وہ خود بھی ایک ظل ہے پھر آئینے میں انسان کی صرف سطح مقابل کا عکس پڑتا ہے جس میں انسان کے صفات مثل کلام و سمع و بصر و علم و ارادہ و حیات و قدرت سے اصلا" نام کو بھی کچھ نہیں آتا لیکن وجود حقیقی عز جلالہ کے تجلی نے اپنے بہت ظلال پر نفس ہستی کے سوا ان صفات کا بھی پرتو ڈالا یہ وجوہ اور بھی ان بچوں کی نافہمی اور ان اندھوں کی گمراہی کی باعث ہوئیں اور جن کو ہدایت حق ہوئی وہ سمجھ گئے کہ {

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پر تو آں
ہر کجامی نگری انجمنے ساختہ اند

انہوں نے ان صفات اور خود وجود کی دو قسمیں کیں، حقیقی، ذاتی کہ متجلی کے لئے خاص ہے اور ظلی عطائی کہ ظلال کے لئے ہے اور حاشا یہ تقسیم اشتراک معنی نہیں بلکہ محض موافقت فی اللفظ، یہ ہے حق حقیقت و عین معرفت واللہ الحمد،

الحمدللہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ لقد جات رسل ربنا بالحق صلی اللہ تعالی علیھم وعلی سیدھم ومولاھم وبارک وسلم۔

مسئلہ دوم : سماع مجرد کہ جملہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو بلاشبہ اہل کو مباح بلکہ مستحب ہے اس پر انکار ستر (۷۰) صدیقوں پر انکار ہے اور معاذاللہ صدیقین کی تکفیر کرنے والا خود کفر اخبث کا سزاوار ہے۔ اس کی تفصیل فتاوی فقیر خصوصاً رسالہ "اجل التحبیر" میں ہے ہاں مزامیر شرعاً" ناجائز ہیں، حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں :

مزامیر حرام است

اور اہل اللہ کسی معصیت الٰہی کے اہل نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ص ۱۳۲۔۱۳۴)

مولانا نور احمد فریدی کے دو اور استفتاء فتاویٰ رضویہ میں موجود ہیں ایک جلد پنجم حصہ دوم کے صفحہ ۸۵ پر اور دوسرا جلد ہشتم کے صفحہ ۱۱۷ پر جو آپ نے ۱۳۳۸ھ میں روانہ کئے تھے۔ آخری مسئلہ وراثت سے متعلق ہے اس استفتاء میں مولانا نور احمد فریدی نے اپنے آپ کو سجادہ نشین فرید آباد لکھا ہے۔

مولانا محمد یار فریدی چاچڑاں شریف :

شیخ طریقت حضرت مولانا محمد یار ملقب بہ عبدالنبی المختار ابن مولانا عبدالکریم گڑھی اختیار خاں ریاست بہاولپور میں ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۱ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتب علامہ محمد حیات اور مولانا رحمت اللہ سے پڑھیں بعد میں جامعہ فریدیہ چاچڑاں شریف میں پڑھتے رہے جہاں مولوی تاج محمود سے دورۂ حدیث کی تکمیل کی اور ۱۹ سال کی عمر شریف میں فارغ التحصیل ہوگئے۔ (۲۰)۔

آپ حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ العزیز کے دست پر بیعت ہوئے اور شیخ طریقت کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادے خواجہ محمد بخش نازک سے دس سال کسب فیض کیا اور پھر آپ کے صاحبزادے یعنی پیرو مرشد کے پوتے حضرت خواجہ محمد معین الدین کی خدمت میں رہے اور خلافت سے نوازے گئے اس کے علاوہ مولانا نور احمد فریدی سے بھی خلافت حاصل تھی۔ (۲۱)

مولانا محمد یار فریدی عرصہ دراز تک "جامعہ فریدیہ" میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے پھر آبائی وطن گڑھی اختیار خاں تشریف لے آئے۔ آپ ۱۳۴۳ھ میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ آپ کی تقریر انتہائی پراثر ہوتی مثنوی مولانا روم حفظ تھی۔ خود بھی کلام کہتے "محمد" اور "بلبل" تخلص فرماتے۔ آپ کا دیوان "دیوان محمد" کے نام سے شائع ہوچکا ہے۔ (۲۲) خواجہ محمد یار فریدی علیہ الرحمہ نے اپنے علاقے کے علاوہ لاہور، امرتسر، فیروز پور، بٹیالہ، لدھیانہ کے دور دراز علاقوں تک تبلیغ فرمائی اور ہزاروں کو مرید کیا۔

مولانا محمد یار فریدی نے اپنے دورۂ ہندوستان کے دوران بریلی شریف میں امام احمد رضا محدث بریلوی سے کئی بار ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ اعلیٰ حضرت نے آپ کی شیریں بیانی سن رکھی تھی چنانچہ ایک ملاقات پر اپنی خانقاہ میں آپ کو تقریر کرنے کا حکم دیا اگرچہ ان دنوں آپ کی طبیعت ناساز تھی مگر اس لمحہ کو سعادت سمجھتے ہوئے اس حکم کی تعمیل فرمائی۔ آپ نے جب منبر رسول پر اپنے مخصوص انداز میں تقریر کا خطبہ پڑھنا شروع کیا تو ایک سماں بند گیا۔ اعلیٰ حضرت نے اٹھ کر آپ کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈالا اور فرمایا :

"سر آمد واعظین پنجاب" (۲۳)

اسی طرح ایک دفعہ لاہور میں حزب الاحناف کے جلسے میں جب آپ نے مثنوی روم کے اشعار پڑھے تو آپ کی خوش الحانی کو سن کر محفل میں موجود سید احمد اشرف محدث اعظم کچھوچھہ شریف سمیت کئی علماء نے آپ کو زبردست داد دی۔ (۲۴)

حضرت خواجہ محمد یار فریدی علیہ الرحمہ کا ۶۷ سال کی عمر میں ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء میں انتقال ہوا۔ لاہور میں ۶ ماہ امانتاً تدفین کے بعد گڑھی اختیار خاں میں سپرد خاک کیا گیا۔ (۲۵)

حضرت خواجہ صاحب کا امام احمد رضا سے قلمی رابطہ بھی قائم رہا اور اس رابطے کی ایک کڑی استفتاء کی صورت میں فتاویٰ رضویہ کی جلد ہفتم میں موجود ہے۔ آپ نے بزبان فارسی ایک استفتاء بریلی شریف روانہ کیا اس وقت آپ چاچڑاں شریف کے مدرسے میں مدرس تھے۔ یہ استفتاء ۷ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ میں بھیجا گیا جو وراثت کے سلسلہ کا مسئلہ تھا۔ اعلیٰ حضرت نے اس کا فارسی ہی زبان میں جواب دیا۔ (۲۶)

مسئلہ : از چاچڑاں ریاست بھاولپور تحصیل خان پور مرسلہ مولوی محمد یار

صاحب

چہ فرمایند علماء دین اندریں صورت کہ زید در قطعہ اراضی بعد ثبوت استحقاق شفعہ باعمرو چنیں اظہار کرد مصرفہ اراضی براں قدر کہ صرف کردی ازیں جانب وصول کردہ ازیں قطعہ اراضی بیزار شو۔ عمرو ازیں دعوی زید انحراف کلی ورزیدہ انکار قطعی نمودپس بعد ادائے فیس کہ شرط استماع دعوت ست دعوی خود بعوض عدالت کردہ پس از احصول مدعا دربارہ فیس ہذا کہ وقت عرضی دعوی ادائش ساخت ازروئے قانون گورنمنٹی مطالبہ اش بر عمرو قائم نمودپس ایں چنیں مطالبہ فیس کہ جوازش منسوب برواج ست عندالشرع صحیح ست یانہ بینوا توجروا۔

الجواب : آنزاکہ حکم شرع مطہر درکارست نزد شرع شریف خرچہ مدعی بمدعی علیہ عائد نتواں شد گومدعی محق باش اگر بے رضایش گیرو مدعا علیہ ازواپس تواں گرفت اگر ندہد مواخذہ و مطالبہ برگردنش ماندودرعقود الدریہ فرمود رجل کفل آخر عند زید برین معلوم ثم طلبہ زیدبہ والزمہ بہ ندی القاضی فطلب الرجل من زید ان یمھلہ بہ فانی الا ان یرفع لہ الرجل قدر صرفہ فی کلفۃ الالزام فدفعہ لہ ثم رفع لہ المبلغ الملکفول بہ ویرید الرجل الان مطالبتہ زید بما قبضہ زید منہ من کلفتہ الالزام فلہ ذلک۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۷ ص ۵۲۹)

مولانا غوث خانپوری اوچی :

ریاست بہاولپور تحصیل خانپور کی ایک اور جلیل القدر شخصیت مولانا غوث بخش خانپوری کی ہے مگر افسوس کہ آپ کے حالات تذکروں کی زینت نہ بن سکے تلاش کے بعد چند سطور اختر راہی کے تذکرہ علمائے پنجاب میں ملیں ملاحظہ کیجئے :

"مولانا غوث بخش بن محمد بخش بن خدا بخش کی ولادت اوچ شریف میں

ہوئی۔ آپ کے دادا خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی (م ۱۱۴۲ھ) کے مرید تھے جبکہ والد خواجہ فخرالدین دہلوی (م ۱۱۹۹ھ) کے مرید تھے۔ آپ نے فن طب میں مہارت حاصل کی ۔ دینیات' طب اور فلسفہ میں بہت شہرت پائی۔ نواب بہاول خاں ثالث ان کے مرتبہ شناس تھے۔ آپ اوچ شریف میں ہی فوت ہوئے اور خانقاہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے احاطے میں تدفین ہوئی۔ آپ کی دو جلدوں پر مشتمل قلمی شاہکار "تحفہ غوثیہ" عمدہ تالیف ہے۔ (۲۷)

حضرت محمد غوث بخش علیہ الرحمہ نے ہبہ سے متعلق ایک مشکل اور لاینحل مسئلہ میں امام احمد رضا کی طرف رجوع کیا۔ آپ نے یہ استفتاء ۱۱ ذیلقعدہ ۱۳۳۷ھ میں اعلیٰ حضرت کو روانہ کیا لیکن نہیں ملا اس لئے کچھ عرصے بعد ۱۰ شعبان ۱۳۳۷ھ ۱۱ مئی ۱۹۱۹ء میں دوبارہ استفتاء روانہ کیا۔ اس استفتاء کے ساتھ ایک دیوبندی عالم کا فتویٰ اور ڈسٹرکٹ جج بہاولپور ججی خانپور کا فیصلہ بھی آپ کو روانہ کیا آپ کا بھیجا ہوا استفتاء فتاویٰ رضویہ کی آٹھویں جلد کے ص ۱۱۰ تا ۱۱۷ پر اس طرح درج ہے :

از : ابوالمنظور محمد غوث بخش مقیم بیت العلم والحکم پروچڑان موضع کوٹلہ مدھو ڈاکخانہ غوث پور ریاست بہاولپور تحصیل خانپور ۱۰ شعبان ۱۳۳۷ھ۔

بعالی خدمت اسم درجت مدراء سجال العلوم علی العمود حضرت مولانا و مخدومنا قبلہ آماں و آماں خیار عباداللہ القال حضرت امام احمد رضا صاحب مدظلہ :

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ :

خدمت میں ضروری عرض ہے توجہ سے سن کر جواب بتوفیق و غور تمام بعجلت عطا فرمائیں۔ ایک استفتاء متعلق ہبہ مشاع و طلاق صبی' بمعہ ٹکٹ کچھ عرصے سے خدمت میں بھیجا تھا' مولانا امجد علی اعظمی کے خط سے معلوم ہوا کہ نہیں ملا' پس حسب ایماء ان کے دوسری نقل ارسال ہے

عدالت ڈسٹرکٹ ججی خانپور میں دعویٰ عن الھبہ گزرا ہے کہ جس کا رجوع شرع مقدس کی طرف ہے علمائے علاقہ ہذا آپس میں مختلف ہیں۔ حضرت اعلیٰ کی خدمت میں فتویٰ میں مع الجواب ارسال ہے' براہ کرم بخششی و حبتہ للہ تعالیٰ بامعان نظر فتویٰ مرسلہ پر دستخط و مہرا بشمولیت جماعت علمائے کرام ثبت فرمادیں۔ بمعہ مزید تائید جواب اس کے کہ واقعات صورتحال ازکتاب القضاء و مخالفت دعویٰ وغیرہ وغیرہ رجوع دن الھبہ سے مانع ہے' اپنی ذات باحسنات سے اضافہ فرمادیں۔ جناب والا ایک نقل دیوبند بھی ارسال کیا گیا تھا مگر مفتی دیوبندی (مولوی عزیز الرحمٰن دیوبندی م ۱۳۴۷ھ) نے بڑی بے غوری سے جواب مختصر لکھ کر استفتاء واپس کردیا جس پر بڑی حیرت دامن گیر ہے کہ یہ کیا جواب ہے کہ کتاب القضاء و مخالفت دعویٰ وغیرہ پر کچھ بھی غور و توجہ نہیں کی

مرکزِ فتاویٰ جناب اقدس میں التجا ہے کہ بجنسہ استفتاء جس پر مفتی دیوبند کا جواب ہے غور فرماکر بجلدی جواب مفصل بحوالہ صفحہ کتاب وغیرہ معزز فرمادیں اور چند پیشی پہلے گزر گئی ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۱۱۳)

امام احمد رضا خاں نے اس کا تفصیل سے جواب دیا خاص کر دارالعلوم دیوبند کے مفتی مولوی عزیزالرحمٰن کے فتوے کا رد کیا۔ مفتی صاحب برادرِ اکبر ہیں مولوی شبیر احمد عثمانی کے اور تلمیذ ہیں مولوی محمد قاسم نانوتوی جو ۱۳۱۰ھ سے دارالعلوم دیوبند کے مفتی تھے (۲۸) اور آپ کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ

"حضرت مفتی صاحب کو فن افتاء میں اس قدر مہارت ہوگئی تھی کہ مشکل ترین معاملات پر بھی برجستہ فتویٰ تحریر فرمادیتے۔ آپ کی حیات ہی میں ملک کے طول و عرض میں آپ کے فتاویٰ کو درجہ استناد حاصل ہوگیا تھا۔

فتاویٰ میں آپ کا طرز تحریر نہایت جامعہ ہے۔" (۲۹)

مگر امام احمد رضا خاں نے مفتی عزیزالرحمٰن کا فتویٰ دیگر استفتاء کی عبارات کی روشنی میں علمی دلائل کے ساتھ اس کو غلط ثابت کیا کیونکہ مولوی عزیزالرحمٰن نے استفتاء میں پوچھے گئے سوال :

"کیا باوجود قبضہ قدیم (۴۰ سال) کے اس کو بعذر مذکور دیانتہ حق رجوع ہوسکتا ہے اور باوجود اطلاع علی التصرف و ابرار عن الدعویٰ و مرور میعاد سماعت شرع اقدس میں قضا دعویٰ اس کا قابل سماعت ہے یا نہ۔"

(فتاویٰ رضویہ جلد ۸ ص ۱۱۰)

کا انتہائی مختصر' نامکمل اور بغیر تحقیق کے چند سطروں میں جواب دے دیا جس کا ذکر محمد غوث بخش نے بھی اپنے استفتاء میں کیا کہ "مفتی دیوبند نے بڑی بے غوری سے جواب مختصر لکھ کر استفتاء واپس کردیا جس پر بڑی حیرت دامن گیر ہے۔" اعلیٰ حضرت نے مفتی دیوبند کی علمی گرفت فرمائی۔ چنانچہ آپ رقم طراز ہیں :

"ایک شخص دوسرے کو مدت تک کسی شے میں مالکانہ تصرف کرتے دیکھے اور بلا عذر ساکت رہے پھر کہنے لگے کہ یہ تو میری ملک ہے' علمائے کرام نے قطع تزدیر وحیل کے لئے اس کا دعویٰ نامسموع رکھا اور یہ حکم فقہی ہے نہ برنبائے منع سلطانی اس کی بعض عبارات فتاویٰ بہاولپور (فتویٰ جج خانپور ص ۱۱۰۔۱۱۲ فتاویٰ رضویہ) میں ہیں اور کثیر وافر ہمارے فتاویٰ میں۔ یہ حکم دیانتہ نہیں محض قضا ہے کہ نظر بظاہر حال ممانعت فرمائی کمانصوا علیہ۔

سائل نے سوال ہی میں اس کا اشارہ کردیا تھا کہ باوجود اطلاع علی التصرف قضاء دعویٰ اس کا قابل سماعت ہے یا نہ' مجیب نے تصریح کردی تھی کہ صحت قضا کے لئے صحت دعویٰ شرط ہے اور یہ یہاں نہیں' دعویٰ قضا قابل اخراج ہے اور یہ عبارت (علامہ شامی کی) کہ **"الحق لایسقط بتقادم الزمان"** حکم دیانت ہے تو اس کے مقابل اسے پیش کرنا فتویٰ دیوبند (مفتی عزیزالرحمٰن) کی حماقت ہے۔ ان محقق شامی نے جن کے مسائل شتی آخرالکتاب کا حوالہ دیا اسی جگہ فرمایا تھا۔

"ثم اعلم ان علم سماعها لیس مبینا علی بطلان الحق حتی بردان هنا قول سهجور لانہ لیس ذلک حکما ببطلان الحق وانما هو امتناع عن القضاة عن سماعها خوفا من التزویر ولدلالتہ الحال کما دل علیہ التحلیل والا فقد قالو ان الحق لایسقط بالتقادم کما فی قضا الاشباہ فلا تسمع الدعوی فی ہذہ المسائل معہ بقاء الحق للاخرة ولذالوا اقربتہ الخصم یلزمہ" (الشامی ج ۵ ص ۴۳۶)

یہاں علامہ شامی نے **"الحق لایسقط بالتقادم"** جواب دینے کے لئے نقل فرمایا ہے۔ اس کی کوئی تحقیق نہ کی' تحقیق اس کی لکھی ہے کہ اس صورت میں دعویٰ مسموع نہیں اور یہ کہ اس پر **"الحق لایسقط بالتقادم"** وارد نہیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کر شامی کا الٹا حوالہ دینا اور جس سے یہ جواب دے چکے اس کو پیش کرنا اور ان کے

سر دھرنا عجب جہالت ہے بلکہ جواب صحیح یہ ہے کہ یہ مسئلہ صورت مسئولہ سے متعلق نہیں جہاں مدعی علیہ کا اقرار موجود ہو اگر سو برس بھی گزر جائیں مانع دعویٰ نہیں......"

(فتاویٰ رضویہ جلد ۸ ص ۱۱۳-۱۱۷)

آخر میں مفتی عزیزالرحمٰن دیوبندی کا فتویٰ بھی من و عن نقل کیا جارہا ہے تاکہ اہل علم حضرات ان کی فتاویٰ نویسی کا اندازہ کرسکیں کہ دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی کا افتاء میں کیا مقام ہے۔ فتویٰ ملاحظہ کیجئے:

"اقول قال فی الدرالمختار' لاتتم بالقبض فیما یقسم ولووھبہ شریکہ اولا جنبی لعلم تصور القبض الکامل کمافی عامتہ الکتب فکان ھوالمذہب.. الخ ولو سلمہ شایعا لایملکہ الخ درمختار "وفی ردالمختار وکما یکون لواہب الرجوع یکون لوارثہ بعد موتہ الخ فھذا یفیدان للواھب استر دادہ من ورثتہ المواھب لہ وایضا الحق لایقسط بتقادم الزمان کماحققہ المحقق الشامی فی مسائل شتی من اخر الکتاب واللہ تعالی اعلم بالصواب"

کتبہ عزیزالرحمٰن عفی عنہ ۲۰ رجب ۱۳۳۷ھ

(فتاویٰ رضویہ جلد ۸ ص ۱۱۲)

حضرت محمد غوث بخش صاحب کا ایک اور استفتاء اسی جلد ہشتم کے ص ۲۲۸ پر موجود ہے جو آپ نے ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ میں ارسال کیا تھا۔ یہ مسئلہ طلاق صبی سے متعلق ہے اس میں امام احمد رضا نے دو ٹوک جواب لکھا ہے کہ صبی ہرگز اہل طلاق نہیں اور کسی طرح طلاق واقع نہ ہوگی۔

(جلد ۸ ص ۲۲۸)

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ السامی علم فقہ کی سب سے مشکل شاخ "علم المیراث" میں بھی تمام علوم کی طرح بھرپور دسترس رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اسلامی ریاست بہاولپور کے علاوہ دیگر ریاستوں کے مفتیوں اور قاضی حضرات اور عدالتوں کے جج اور وکلاء حضرات کے کثیر تعداد میں' استفتاء بریلی پہنچتے تھے اور آپ ہمیشہ سہل اور مدلل جواب تحریر فرماتے۔ یہ حقیقت ہے کہ علم میراث ایک مشکل فن ہے اور ہر دور میں بہت کم فقہا اس پر عبور رکھنے والے پائے جاتے ہیں یہاں صرف ریاست بہاولپور سے بھیجے گئے استفتاء کی روشنی میں جائزہ لیں کہ وراثت سے متعلق جن جن مسائل میں بھی اعلیٰ حضرت سے استفسار کیا گیا آپ تمام جج صاحبان' مفتیان کرام اور فقہا پر مکمل عبور رکھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ نے مفتیان کرام کے فتوؤں اور جج صاحبان کے فیصلوں کو بھی درست کیا ان کی اغلاط کی نشاندھی بھی کی وغیرہ وغیرہ اگر ان معاملات میں اعلیٰ حضرت سے رجوع نہ کیا جاتا تو تمام فیصلے اور فتوے غلط تھے جو کسی کے حق تلفی کا باعث ہوتے۔ معلوم ہوا کہ فقیہہ اسلام امام احمد رضا خاں محدث بریلوی فقیہہ بھی ہیں اور قاضی بھی ایک بہترین منصف جج بھی ہیں اور مفتی بھی' وکیل بھی ہیں اور محقق بھی۔ یہ ساری خوبیاں جس فرد واحد میں جمع تھیں' اس کے فیصلے کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا اور وہ سب کے لئے قابل قبول ہی ہوتا ہے اور ایسے مفتی کو اپنے فتوے سے رجوع کرنے کی نوبت بھی نہیں آتی۔ یہ اللہ تعالیٰ عزوجل کا امام احمد رضا خاں پر خصوصی کرم تھا وہ جسے چاہے جتنا چاہے عطا فرمائے۔

یوتی الحکمتہ من یشاء ومن یوت الحکمتہ فقد اوتی خیرا کثیرا

(البقرہ : ۲۶۹)

پیر نور محمد ولد پیر قمرالدین صادق پور :

علم میراث ہی سے متعلق ایک اور پیچیدہ مسئلہ ریاست بہاولپور سے ۳ رجب المرجب ۱۳۲۷ھ میں پیر نور محمد صاحب ولد پیر قمرالدین صاحب نے تحصیل منچن آباد ڈاکخانہ صادق پور موضع واڑہ سے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ پیر نور محمد صاحب کے حالات تذکروں میں نہیں مل سکے مگر آپ کا دلچسپ، نہایت پیچیدہ اور طویل استفتاء اس بات پر غمازی کرتا ہے کہ آپ خود عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ کی اچھی سمجھ بوجھ بھی رکھتے تھے۔ پہلے اس استفتاء کی چیدہ چیدہ گزارشات نقل کی جارہی ہیں پھر اعلیٰ حضرت کے جواب سے چند اقتباسات بھی نقل کیے جائیں گے تاکہ پڑھنے والوں کے لئے دلچسپی کا باعث بنیں۔ پیر نور محمد استفتاء کرتے ہوئے رقم طراز ہیں :

مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیر صدرالدین نے ۱۲۸۶ھ میں ایک طوائف مسماۃ رنگ بھری سے نکاح کیا اس وقت رنگ بھری کے دو نابالغ بیٹے اللہ بخش والٰہی بخش موجود تھے اور تیسرا جوان بیٹا اللہ دتہ تھا۔ صدرالدین نے وقت نکاح مذکور سے رنگ بھری کو مثل زوج کے پردے میں رکھا جب تک وہ بے پردہ اپنے پیشہ حرام میں تھی۔ یہ دونوں بچے کہ خورد سال تھے ماں کے ساتھ پیر مرحوم کے یہاں رہے جن میں سے ایک کی شادی بھی پیر موصوف نے کردی تھی۔ رنگ بھری کا بڑا بیٹا اب تک الگ اور اپنے پیشہ حرام میں ہے۔ صدرالدین کے دو بیٹے زوجہ خاندانی مسماۃ نور سائن سے تھے، بدرالدین اور سراج الدین۔ پیر مرحوم کی کچھ جائداد علاقہ ریاست بہاولپور اور کچھ پاک پٹن شریف علاقہ انگریزی میں تھی جس کی تفصیل بھی منسلک ہے۔

صدرالدین نے ۱۳ شوال ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۸۹۲ء میں انتقال کیا۔ اللہ بخش و الٰہی بخش نے اپنے آپ کو پسران متوفی قرار دے کر ضلع منٹگمری میں

بعض جائداد واقع علاقہ انگریز کا داخل خارج چاہا' جون ۱۸۹۲ء میں عنایت اللہ پٹواری کے سامنے بدر الدین و فریق دوم کے بیانات ہوئے جس میں بدرالدین نے ان (اللہ بخش اور الٰہی بخش) کے پیران صدرالدین ہونے سے انکار کیا۔ شیخ لطافت علی نائب تحصیل دار نے ۲۷ ستمبر ۱۸۹۲ء کو ایک نقل رواج عام اقوام چشتی کے بنا پر جو بغرض ملاحظہ حاضر ہے۔ چاروں کو فرزند صدرالدین قرار دے کر اندراج نام کا حکم دیا۔ بدرالدین نے منشی عزیزالدین اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے یہاں اپیل کی بالاخر تنہا بدرالدین نے کسی دباؤ یا مصلحت سے راضی نامہ کرلیا۔ الخ سراج الدین اس راضی نامہ میں شریک نہ تھا نہ وہ وہاں موجود تھا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۴۴۳-۴۴۴)

وراثت کے اس مسئلے میں مزید پیچیدگیاں پیدا ہوتی رہیں اور مسئلہ تحصیل منچن آباد میں ۱۸۹۲ء سے لے کر ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۸ء تک چلتا رہا یہاں تک کہ پھر بحکم مولوی عبدالملک افسرمال نے ثالثی کی طرف طرفین کو رجوع کروایا اور چار ذی علم ثالث مقرر ہوئے جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

۔۔۔مولوی عطا محمد مدرس پھونگاوالہ

۔۔۔مولوی عبدالرحیم صاحب مدرس اول خانقاہ مہاران شریف

۔۔۔مولوی اللہ بخش چک نادر شاہی

۔۔۔مولوی جمال الدین ساکن ماڑی میاں صاحب

چاروں ثالث کے درمیان شرط تحریر ہوئی اگر روداد مسل سے مدعیوں کا اولاد پیر صدرالدین ہونا شرعاً ثابت ہو تو ان کی وراثت کے باب میں فتوائے ثالثان ناطق ہوگا۔ ثالث اول الذکر نے نسب ثابت نہ مانا باقیوں نے اثبات کیا' افسرمال نے کثرت رائے پر فیصلہ دے دیا۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۷ ص ۴۴۵)

پیر نور محمد استفتاء کی تفصیل کو سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں :

ہر دو فتوائے ثالثان و فیصلہ نظامت و فیصلہ افسر مال و اظہارات گواہان فریقین و جملہ کاغذات متعلقہ کے نقول باضابطہ خدمت علمائے دین مین حاضر کرکے امیدوار کہ خالصا لوجہ اللہ حکم شریعت مطہرہ سے آگاہ فرمائیں کہ تین ثالث صاحبوں کا پہلا فتویٰ اور ثالث چہارم کا فتوائے دوم ان میں کونسا مطابق شرع شریف ہے اور فتوائے اول میں جن جن وجوہ سے مدعیان کو ثابت النسب مانا ہے وہ شرعا صحیح ہیں یا غلط۔ نیز از روئے اقرار نامہ ثالثی مدعا علیہم اس فتوائے ثالثان کے پابند ہوئے یا نہیں اور بالجملہ روداد مسل موجود سے بحکم شرع شریف دعوائے مدعیان ڈگری ہونا چاہئے یا ڈس مس۔ کاغذات متعلقہ کی مکمل نقول تو حاضر خدمت ہیں مگر آسانی ملاحظہ کے لئے واقعہ استثنا کا خلاصہ یہاں گزارش...... الخ (یہ تفصیل ۲۱ نکات پر فتویٰ رضویہ کے صفحہ ۴۴۵ سے ۴۵۱ تک موجود ہیں)

(فتاویٰ رضویہ جلد ۷ ص ۴۴۵)

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کا جواب انتہائی تفصیل کے ساتھ جلد ہفتم ص ۴۵۱ تا ۴۶۹ تک پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ نے پہلے تمام دی گئی تفصیلات کا تجزیہ کیا پھر ہر بیان اور پیشی پر غلطیوں کی نشاندہی کی اور پیچیدگیوں کو سلجھایا' چاروں ثالثان کی لاپرواہی کی جانچ پڑتال بھی فرمائی اور افسر مال کے فیصلے کو باطل قرار دیا۔ یہاں اعلیٰ حضرت کے اس طویل جواب کا نقل کرنا تو مشکل ہے البتہ آپ نے جو ابتداء میں خلاصہ جواب لکھا ہے وہ نقل کیا جارہا ہے۔ تفصیل فتاویٰ رضویہ کی جلد ہفتم میں دیکھی جاسکتی ہے۔

الجواب : **اللھم ہدایہ الحق والصواب** ! قبل اس کے کہ ہم بتوفیق الٰہی یہاں حکم شرعی بیان کریں اتنی گزارش فریقین مقدمہ و حکام سب سے ضرور کہ معاملہ اہل اسلام کا ہے' ریاست مسلمانوں کی ہے۔ ابتدا ہی میں فریقین

پر فرض تھا کہ حکم شرع پر گردن رکھتے۔ حکام پر فرض تھا کہ شرع مطہرہ کے موافق فیصلہ کرتے قال اللہ تعالیٰ **فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک الایتہ...الخ** (مزید دلائل فتاویٰ میں ملاحظہ فرمائیں)

اب کہ معاملہ ثالثی تک پہنچا اور اہل ثالث کئے گئے اور ان سے فتویٰ طلب ہوا تو خود ہی تمام بادی چھنٹ گئی اور صرف شرع مطہرہ پر بنائے کار رہی ولہذا اقرار نامہ میں فریقین نے لکھ دیا تھا کہ

"کل مقدمہ سپرد ثالثان کر کے اعتراضات قانونی اور رواجی چھوڑ دیئے گئے ہیں۔"

اب صرف اتنا دیکھنا رہا فتوائے ثالثان صحیح و مطابق قواعد شرعیہ ہے یا نہیں اور اس جانچ میں صرف قواعد شریعت مطہرہ پر نظر لازم' قانون یا رواجی جھگڑوں کی طرف اصلا" التفاق نہیں نہ یہ کہ معاذاللہ شرعی احکام کو تاویلات دور از کار کر کے قانون و رواج کی طرف ڈھالنا کہ یہ ان تمام آیات کریمہ کے صریح مخالف ہوگا۔ واللہ الھادی۔

اب ہم بیان حکم شرعی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وباللہ التوفیق !

کاغذات ملاحظہ ہوئے یہ فیصلہ کہ ثالثوں نے کیا اور اسی پر افسرمال نے مدار حکم رکھا شرعا" محض باطل ہے اس کا بطلان بہت وجہ سے ہے۔

---ایک یہ کہ فیصلہ کرنے والے شرعا" ثالث ہی نہ تھے' نہ ان کو اصلا" فیصلہ کا اختیار تھا' نہ ان کا فیصلہ کسی راہ چلتے اجنبی کی بات سے زیادہ وقعت رکھتا ہے۔

---دوم اگر وہ ثالث فرض بھی کئے جائیں جب بھی انہیں خاص اس فیصلہ کا اختیار نہ تھا جو انہوں نے دیا۔

---سوم اس سے بھی قطع نظر ہو تو ان کا فیصلہ بوجہ باہمی اختلاف رائے کے نہ معتبر ہے۔

—چہارم ان سب سے درگزرئے اور نفس فیصلہ کو دیکھئے جو تین ثالثوں نے کیا وہ خود ہی یکسر مخالف شرع واقع ہوا۔

اب ان سب وجوہ کو بتوفیق اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۷ ص ۴۵۱-۴۵۲)

امام احمد رضا خاں نے بدلائل شرعیہ اس کا تفصیل سے جواب دیا ہے اول پنچائیت کے فیصلے سے متعلق اظہار خیال کیا اور چار وجوہات سے غلط قرار دیا پھر کاغذ اول رپورٹ پٹواری پر ۱۳ اعتراضات فرمائے اس کے بعد "کاغذ دوم رواج عام" پر دس نکات پر تعجب کا اظہار فرمایا۔ "کاغذ سوم صلح نامہ پیر بدرالدین" کو ۷ وجوہ سے کالعدم قرار دیا۔ "کاغذ چہارم شجرہ نسب" سے متعلق فرمایا کہ یہ تحقیق پر مبنی نہیں۔ "کاغذ پنجم اظہار منچن آباد" کی رپورٹ پر بھی ۴ اغلاط کی نشاندہی فرمائی۔ اسی طرح "کاغذ ششم تحریر مولوی نورالدین" پر بھی ٦ اعتراضات فرمائے اور آخر میں ثالثان کے فیصلے پر ۸ اعتراضات بتائے اور ان سب کا حل بھی بتاتے رہے یہاں صرف آخری بحث ہی قارئین کی دلچسپی کے لئے لکھی جارہی ہے ملاحظہ کیجئے :

"بحمداللہ تعالیٰ آفتاب سے زیادہ روشن ہوا کہ ثالثوں نے جتنی سندوں پر بنائے فیصلہ رکھی سب محض ناکارہ و بے اعتبار۔ روئداد مسل مدعیوں کا نسب اصلاً ثابت نہیں کرتی۔ سخت محل افسوس یہ ہے کہ ثالث صاحبوں نے خود یہ سمجھ لیا تھا کہ مسل کے موجودہ کاغذات و شہادات ناکافی ہیں اور بے تحقیقات مزید کے حقیقت معاملہ سمجھ میں نہیں آسکتی ملاحظہ رپورٹ ثالثان کاغذ نمبر۲۰....الخ اس سے زیادہ عجیب تر یہ ہے کہ صاحب افسر مال خود موقع پر تحقیقات کے لئے تشریف لے گئے اور

علاقے کے تمام سربرآوردہ اشخاص اور چشتیوں کو طلب کیا مگر بے تحقیقات جدید کہ اسی کی شرعاً" ضرورت تھی معاملہ بر بنائے روئداد ناکافی مسل سپرد ثالثان کرادیا دیکھو فیصلہ افسر مال فقرہ ۲۴ میں نہیں کہتا کہ مدعیوں کا اولاد پیر صدرالدین نہ ہونا ثابت ہے'

غیب کا علم اللہ عزوجل کو ہے یہ ضرور کہتا ہوں کہ ان کا اولاد پیر صدرالدین ہونا ثابت نہیں.... تمام کاغذات و شہادت موجودہ مسل ان کا نسب ثابت کرنے میں عاجز و قاصر ہیں' ان کا دعویٰ نامسموع ہونے کے لئے ثبوت عدم درکار نہیں۔ عدم ثبوت کافی ہے اور وہ بلاشبہ حاصل' لہٰذا دعویٰ مدعیان باطل.... یہاں اور ابحاث فقیہہ بھی باقی ہیں مگر جس قدر گزارش ہوا ذی انصاف متبع شرع کے لئے اس قدر بہت ہے۔ وباللہ توفیق سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔"

(فتاویٰ رضویہ جلد ۷ ص ۴۵۲-۴۶۹)

مولانا عبدالرحیم :

مولانا عبدالرحیم کا تعلق ریاست بہاولپور کے علاقے خیرپور ٹالی اسٹیشن ٹامی والے سے ہے۔ آپ کے حالات حاصل نہ کئے جاسکے۔ البتہ فتاویٰ رضویہ میں ان کی طرف سے بھیجے جانے والے استفتاء سے معلوم ہوا کہ آپ مدرسہ عربیہ خیرپور میں معلم کی خدمات انجام دیا کرتے تھے۔ پیر نور محمد کے استفتاء میں جن ۴ ثالثان کا ذکر ہے اس میں بھی آپ کا نام شامل ہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ اپنے علاقے کے معزز علماء میں شمار ہوتے ہوں گے جبھی شرعی معاملات میں عوام الناس آپ کی طرف رجوع کرتی تھی۔

مولانا عبدالرحیم نے جس مسئلہ پر اعلیٰ حضرت سے استفسار فرمایا وہ بھی

وراثت سے متعلق ہی مسئلہ تھا۔ آپ اعلیٰ حضرت کی طرف استفتاء کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

مسئلہ ! از خیرپور ٹالی اسٹیشن ٹامی والے ریاست بہاولپور برخانقاہ مبارک مسئولہ عبدالرحیم نائب معلم مدرسہ عربیہ خیرپور اشرفیہ ۲۸ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور خالد دونوں بھائی حقیقی ہیں، مسمی زید بقضائے الٰہی فوت ہوگیا ہے اور اس کا برادر خالد موجود ہے اور زید مرحوم کی دو بیٹیاں اور دو بیویاں موجود ہیں۔ زید مرحوم کے داماد نے مسمی خالد کو کہا بموجب شریعت مبارکہ حصہ تقسیم ہونا چاہئے۔ کیوں کہ ہم تم اہل اسلام پابند شریعت کے ہیں۔ شرع محمدی پر فیصلہ ہونا چاہئے۔ خالد جو مال متروکہ زید پر قابض و جابر ہے صاف کہہ دیا کہ ہم کو شریعت نامنظور ہے بلکہ رواج منظور.... اب فرمایئے کہ عندالشریعت خالد کا کیا حکم ہے نکاح رہا یا فسخ ہوگیا۔

الجواب : اگر یہ بیان واقعی ہے تو خالد پر حکم کفر ہے اور یہ کہ اس کا نکاح فسخ ہوگیا اس پر توبہ فرض ہے۔ نئے سرے سے اسلام لائے.... اس کے بعد عورت اگر راضی ہو اس سے دوبارہ نکاح کرے (اس کے بعد عالمگیریہ اور دیگر کتب سے دلائل دیئے گئے ہیں)

(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۱۵۸-۱۸۹)

مولانا عبدالرحیم صاحب نے اس سے ملتا جلتا ایک اور مسئلہ دوبارہ دریافت کیا اور بہت ممکن ہے اسی مسئلہ پر اہتمام حجت کے لئے دوبارہ استفتاء کیا ہو یہ

مسئلہ آپ نے ۲ صفر ۱۳۳۹ھ میں بریلی بھجوایا تھا استفتاء ملاحظہ کیجئے :

مسئلہ ! کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید بیانی ہے کہ مجھے فیصلہ شرع محمد کا منظور و قبول نہیں ہے' بلکہ رواج و قانون منظور ہے۔ یہ سخن بلا دریغ عوام الناس میں کہہ دیا ہے' عندالشریعت اس کے ساتھ یعنی زید کے ساتھ شریعت مبارکہ کا کیا ارشاد ہے صاف خوشخط استفتاء پر جواب فرمادیں۔ اجرت جواب آنے پر دی جائے گی۔

الجواب : یہاں فتوے پر کوئی اجرت نہیں لی جاتی' نہ پہلے نہ بعد میں' نہ اپنے لئے روا رکھا جاتا ہے۔ بیان مذکورہ سوال اگر واقعی ہے تو زید پر تجدید اسلام واجب ہے' توبہ کرے اور از سرنو کلمہ اسلام پڑھے اس کے بعد اپنی عورت سے نکاح جدید کرے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۱۷۱)

اس استفتاء میں اور جج محمد دین کے بھیجے ہوئے استفتاء میں جواب طلبی پر اجرت دینے کا ذکر ہے مگر امام احمد رضا خاں نے اس کو سختی سے رد فرمایا۔ جج محمد دین کے بھیجے ہوئے منی آرڈر کو واپس کردیا اور اسی طرح مولانا عبدالرحیم کے اس جملے کا کہ اجرت "جواب دینے پر دی جائے گی" کا سختی سے جواب دیا کہ نہ اول اجرت لی جاتی ہے نہ بعد اور نہ اس کو روا رکھا جاتا ہے مگر محسوس یہ ہوتا ہے کہ مفتیان حضرات فتویٰ فیس لیتے ہوں گے اس لئے اعلیٰ حضرت کو بھی بھیجی گئی اور اس کے بھیجنے کا اظہار کیا لیکن اعلیٰ حضرت کا فتویٰ اور عمل یہ ہے کہ "ان اجری الا علی رب العالمین۔"

سید سردار احمد شاہ قادری گڑھی اختیار خاں :

ریاست بہاولپور میں ضلع رحیم یار کے علاقے گڑھی اختیار خاں کو بھی یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہاں کی سرزمین پر بھی کثیر تعداد علماء و مشائخ کی پائی جاتی ہے۔ ابوالنصر سید سردار احمد شاہ قادری کا خاندان علم و فضل اور شریعت و طریقت کا اپنے علاقے میں بالخصوص امین رہا ہے۔ آپ کے والد ماجد پیر سید محمد جعفر شاہ گڑھی اختیار خاں کے نوابین کے اصرار پر شکارپور سندھ سے نقل مکانی کر کے گڑھی اختیار خاں میں آباد ہو گئے جہاں ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء میں سید سردار احمد شاہ قادری کی ولادت ہوئی (۳۰) تکمیل علوم کے بعد سندھ کی معروف درگاہ بھرچونڈی شریف {۱۰} سکھر کے سجادہ نشین غوث وقت، ہادی

{۱۰}.... اندرون سندھ شہر سکھر کے قریب خانقاہ قادریہ بھرچونڈی شریف کا قیام حضرت حافظ محمد صدیق علیہ الرحمہ (م ۱۳۰۸ھ) کے ذریعہ عمل میں آیا اس کی بنیاد ۱۲۵۸ھ میں رکھی گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ وادی مہران کی عظیم خانقاہ بن گئی۔ جہاں شریعت و طریقت دونوں کی پاسداری آج بھی جاری ہے۔ بانی درگاہ کے بھتیجے آپ کے وصال کے بعد جانشین قرار پائے اور ہادی گمراہان جیسے لقب سے ملقب ہوئے۔ حضرت حافظ محمد عبداللہ قادری نے ۲۵ برس کی عمر میں یہ ذمہ داری سنبھالی۔ آپ کی ذات سے نصف صدی تک رشد و ہدایت اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا اور اپنے پیچھے ایک بڑی جماعت عارف اور درویش حضرات کی چھوڑی ان میں سید سردار احمد شاہ قادری بھی شامل ہیں۔ یہ سندھ ہی کی درگاہ تھی جس نے سندھ سے مسلمانوں کی تحریک ہجرت کے وقت مخالفت کی اور حضرت حافظ عبداللہ قادری نے اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت سے بھی استفسار کیا اور اپنے استفتاء میں اعلیٰ حضرت کو مجدد ماۃ حاضرۃ تسلیم کرتے ہوئے آپ کی رائے طلب کی اور جواب ملنے کے بعد اپنی پوری توانائی اور یکسوئی کے ساتھ تحریک ہجرت کی مخالفت کی۔ سید سردار شاہ صاحب کے صاحبزادے سید مغفور القادری بھی اسی درگاہ کے تربیت یافتہ ہیں۔

(امام احمد رضا اور علمائے سندھ ۴۷-۵۵)

گمراہان' حضرت مولانا حافظ محمد عبداللہ قادری علیہ الرحمہ (م ۱۳۴۶ھ) کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور جلد ہی خلافت سے بھی نوازے گئے۔ آپ کو عربی' فارسی' سندھی' سرائیکی اور اردو زبان پر یکساں عبور حاصل تھا۔ اپنے دور کے نامور قادرالکلام شاعر تھے۔ آپ کا مجموعہ کلام فارسی' سندھی' عربی اور سرائیکی زبانوں پر مشتمل ہے۔ (۳۱)

سید سردار احمد شاہ قادری کو امام احمد رضا خاں بریلوی سے عشق کی حد تک عقیدت تھی۔ اعلیٰ حضرت کا نعتیہ کلام اکثر آپ کی زبان پر جاری رہتا یہاں تک کہ زندگی کے آخری لمحات میں بھی شب وصال اپنے صاحبزادے سید مغفور القادری {۱۱} سے اعلیٰ حضرت کی نعت سنی۔ آپ نے جو نعت سنی اس کے اشعار یہ تھے :

{۱۱}.... پیر سید مغفور القادری ابن سید سردار احمد شاہ قادری ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء میں گڑھی اختیار خان ریاست بہاولپور میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام "مغفور" لکھا گیا۔ مولانا سراج احمد خانپوری اور مولانا عبدالکریم ہزاروی سے تعلیم حاصل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد خانقاہ بھرچونڈی کی درس گاہ میں کئی سالوں تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ نے بھرچونڈی شریف کے سجادہ نشین پیر عبدالرحمٰن ابن مولانا حافظ محمد عبداللہ قادری کی قائم کردہ جماعت "جماعت احیاء الاسلام" کے ذریعے دو قومی نظریہ کی فضا ہموار کی اور شکار پور سے اخبار "الجماعت" کا اجرا بھی کیا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے جلسہ منعقدہ کراچی ۲۴-۲۶ نومبر ۱۹۴۳ء میں جماعت احیاء الاسلام کے نائب صدر کی حیثیت سے شرکت کی اور اسے آل انڈیا مسلم لیگ میں مدغم کردیا۔ آپ نے مشائخ کو بھی منظم کرنے کے لئے "تنظیم المشائخ" قائم کی۔ آخر میں آپ نے آل انڈیا سنی کانفرنس میں شمولیت اختیار کرلی اور بنارس کانفرنس ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء میں پیر عبدالرحمٰن بھرچونڈی سمیت ایک سو افراد کے ساتھ شرکت فرمائی۔ قیام پاکستان کے بعد سید مغفور القادری وطن مولوف میں آگئے۔ جامعہ

بقیہ اگلے صفحہ پر

پل سے اتارو راہ گزر کو خبر نہ ہو
جبرائیل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

جیسے ہی یہ کلمات آپ نے سنے یکایک اٹھ بیٹھے اور فرمانے لگے :

"راہ طلب میں سالکوں کو جو سوز اور درد عطا کیا جاتا ہے جسمانی درد اس کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا جب وہ اپنا اثر کرتا ہے تو ساری دنیا کے تمام وسائل و اسباب یک قلم رخصت ہوجاتے ہیں۔" (۳۲)

سید سردار احمد شاہ کئی سال مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ دوسرے حج کے موقع پر جب مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے تو سید سردار احمد شاہ سے آپ کی اکثر ملاقاتیں رہتی تھیں۔ ان ملاقاتوں کی تفصیل اور ایک وقت کا کھانا ساتھ کھانے کے واقع کو آپ کے نبیرہ مولانا پیر سید محمد فاروق القادری ساکن آستانہ عالیہ شاہ آباد گڑھی اختیار خاں مولف "فاضل بریلوی اور امور بدعت" نے اپنے ایک مکتوب میں کی جو انہوں نے ماہنامہ رسالہ "جہان رضا" کے ایڈیٹر کو لکھا تھا۔ آپ رقم طراز ہیں :

گذشتہ صفحہ کا بقیہ

محمدیہ رضویہ رحیم یار خاں میں بھی ایک سال تدریسی خدمت انجام دی۔ آپ کا وصال ۵ صفر ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء کا ہوا۔ حضرت سید احمد شرافت نوشاہی (گجرات) نے قطعہ تاریخ کہا جس کا تاریخی شعر یہ ہے :

شرافت چو پر سند سال وصال
بگو ہادی مہر مستور شد

۱۳۹۰ھ

(تذکرہ اکابر اہلسنت ص ۵۲۸-۵۲۹)

"میرے جد امجد نے سات سال مسجد نبوی میں پڑھایا ہے۔ آپ نے فاضل بریلوی سے مدینہ منورہ میں ملاقات کی تھی اور ایک وقت کا کھانا بھی ساتھ کھایا تھا۔"

(۳۳)

سید سردار احمد شاہ قادری نے ۱۳۳۹ھ میں بزبان فارسی ایک استفتاء نکاح سے متعلق درگاہ بھرچونڈی شریف سے روانہ کیا تھا جس زمانے میں آپ یہاں مدرس کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہے تھے اس کا ذکر راقم اپنی تالیف "امام احمد رضا اور علمائے سندھ" میں کرچکا ہے۔ مگر آپ کا تعلق کیونکہ ریاست بہاولپور سے ہے اس لئے یہاں بھی ان کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

آپ کا ایک استفتاء فتاویٰ رضویہ کی جلد پنجم کے حصہ سوم کے صفحہ ۹۹ پر ہے ملاحظہ کیجئے :

مسئلہ ! سکھر اسٹیشن ڈھرکی ڈاک خانہ خیرپور ڈھرکی خاص دربار معلی قادریہ بھرچونڈی شریف

از طرف ابوالنصر فقیر سردار شاہ ۱۷ جمادی الاخر ۱۳۳۹ھ

ساقولکم رحکم اللہ تعالی۔

شخصے بمبین حیات پدر خود بلا رضا مندی و شمولیت وے نکاح خواہر صغیرہ بمعاوضہ بازو بجائے کردہ پدرش بعد خبر یافتن انکار کرد۔ وبعد چند مدت راضی شدہ بازو معاوضہ را در نکاح پیر خود گرفت انکار کرد۔ آیا از انکار اول نکاح باطل شدیانہ محض اقبال بعد انکار تجدید ایجاب و قبول فائدہ داردیانہ۔ بینوا تو جروا۔

الجواب : نکاح نابالغہ کہ برادرش بے اجازت پدر کرد نکاح فضول بود بر اجازت پدر موقوف چوں پدر باستماع خبر انکار کرد فوراً" باطل شد و باطل راعود

نیست باز راضی شدن پدر بکار نیاید تا از سرنو ایجاب و قبول پیش شہود نہ کنند۔ در مختار ست :

"بلغها فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانه بالرد در۔"

ردر المختار ست :

لان نفاذالترویج کان موقوفا علی الاجازة وقد بطل بالرد در بحرالرائق ست :

"الاجازه شرطها قیام العقد واللہ تعالی اعلم"

(فتاویٰ رضویہ جلد پنجم باب اول ص ۹۹)

سید سردار احمد شاہ صاحب قدری علیہ الرحمہ کا ایک اور استفتاء فتاویٰ رضویہ کی جلد سوم میں ملتا ہے۔ یہ استفتاء بھی پہلے والے استفتاء کے ساتھ بھیجا گیا تھا کیونکہ اس پر ۱۷ جمادی الاخر تاریخ پڑی ہے۔ البتہ سال لکھا ہوا نہیں ہے۔ یہ استفتاء سجدہ سہو سے متعلق ایک مسئلے کے بارے میں فارسی ہی زبان میں کیا گیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے :

مسئلہ ! ضلع سکھر سندھ اسٹیشن ڈھرکی ڈاک خانہ خیرپور ڈھرکی خاص دربار معلی قادریہ بھرچونڈی شریف

از طرف ابوالنصر فقیر سردار شاہ ۱۷ جمادی الاخر

ماقولکم رحمکم اللہ تعالی !

شخصے را درنما مغرب سجدہ سہو لازم بود نہ داد جبر نقصان گزاردیا نہ۔

اگر گزرد چگونہ نیت بندو چند رکعت گزار دہی جبرو نقصان حکم نفل دارد یا واجب یا فرض۔

الجواب : جبر نقصان واجب است۔ سہ رکعت بہ نیت اعادہ ہماں نماز مغرب برائے تلافی مافات کند۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۶۴۶-۶۴۷)

ابوالنصر سید سردار احمد شاہ قادری کا وصال ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۱ء میں ہوا اور وہیں آبائی گاؤں میں آپ کا مرقد مرجع خلائق ہے۔

سید سردار احمد شاہ قادری کے نبیرہ صاحبزادہ پیر سید محمد فاروق القادری ابن سید مغفور القادری اپنے اسلاف کی ریاست بہاولپور میں خدمات کا اظہار فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں :

"میں فخراً" یہ بات کہتا ہوں کہ سابق ریاست بہاولپور اور سندھ میں ہمارے خاندان کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے فاضل بریلوی (مولانا احمد رضا) سے رابطہ کیا اور ان کے سیاسی اور روحانی افکار کی اشاعت کا پلیٹ فارم مہیا کیا۔ (۳۴)

اسی مکتوب میں اپنی جدامجد حضرت ابوالنصر سید سردار احمد شاہ قادری کی اہم ترین خدمت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"فتاویٰ رضویہ میں متعدد مقامات پر بھرچونڈی شریف کے شیخ الثانی ہادی گمراہاں حضرت حافظ محمد عبداللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ اور راقم کے جد امجد شیخ المشائخ حضرت ابوالنصر سید سردار احمد شاہ قادری کا ذکر آیا ہے۔ ان بزرگوں نے تحریک ہجرت کے موقع پر اعلیٰ حضرت سے فتوے منگواکر پورے سندھ میں ان کی نشر و اشاعت کی کہ ہندوستان اور سندھ دارالحرب نہیں ہیں اسی طرح ان بزرگوں نے تحریک ہجرت کو اپنے گڑھ میں ناکام کرکے لاکھوں مسلمانوں کو نقصان مایہ و شماتت ہمسایہ سے بچایا۔" (۳۵)

ریاست بہاولپور سے علماء و فضلاء کے علاوہ ایک استفتاء ریاست کے سکریٹری اوقاف کا بھی ملتا ہے جو انہوں نے ۱۳۳۴ھ میں بریلی شریف بھیجا تھا یہ مسئلہ مسجد کی وقف آمدنی سے متعلق ہے۔ ملاحظہ کیجئے :

مسئلہ ! از بہاولپور ریاست سپرنٹنڈنٹ یتیم خانہ و سکریٹری اوقاف (محرم الحرام ۱۳۳۴ھ پنجشنبہ)

"حضور ایک کمیٹی ریاست بہاولپور میں منتظم آمدنی و خرچ اوقاف مساجد کی ہے اس کو دو مسئلہ کی اس وقت ضرورت ہے اس پر شرعی فتوے سے روشنی فرماکر بار احسان فرمائیں۔

اول۔۔ مسجد کی جائداد وقف کی آمدنی کسی دوسری مسجد کے معارف میں خرچ ہوسکتی ہے یا نہ

دوم۔۔ اگر کوئی شخص سال تمام کے وعدہ پر دکان وقف کرایہ پر لے اور درمیان سال میں بوجہ بیماری وغیرہ چھوڑ دیوے تو کیا ممبران اوقاف باقیماندہ کرایہ چھوڑ سکتے ہیں۔"

(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۳۸۴)

الجواب : اول۔۔ ہرگز جائز نہیں یہاں تک کہ اگر ایک مسجد میں لوٹے حاجت سے زائد ہوں اور دوسرے میں نہیں تو اس کے لوٹے اس میں بھیجنے کی اجازت نہیں۔

دوم۔۔ اگر اس نے عذر صحیح شرعی سے چھوڑا تو باقیماندہ کرایہ چھوڑا جائے گا ورنہ نہیں۔

ریاست بہاولپور ایک سنی المذہب اسلامی ریاست تھی وہاں کے علماء و فضلاء اور مفتیان مجدد دین و ملت امام احمد رضا خاں سے اکثر استفتاء کرتے اور ہر علمی الجھن کے سلسلے میں آپ ہی کی طرف رجوع فرماتے جیساکہ اس مقالے میں ظاہر ہے۔ امام احمد رضا خاں کا علمی اور روحانی فیض آج بھی بہاولپور' رحیم یار خاں اور ڈیرہ غازی خاں میں جاری و ساری ہے۔ کئی مدارس اور دارالعلوم آپ کے نام سے موسوم ہیں۔

بہاولپور سے مسعود حسن شہاب دہلوی ہفتہ روزہ "الہام" نکالتے تھے جو ان کے انتقال کے بعد بھی جاری ہے۔ اس اخبار میں اکثر امام احمد رضا خاں کی

نعتیں شائع ہوتی ہیں اور ان کے یوم وصال کے موقع پر مضامین بھی شائع ہوتے ہیں اور کبھی کبھی اعلیٰ حضرت نمبر کا بھی اجراء ہوتا ہے۔ مفتی سراج احمد خانپوری کے تلمیذ رشید حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی مہتمم "دارالعلوم اویسیہ رضویہ" مسلک اعلیٰ حضرت کو پچھلے کئی دہائی سے بہاولپور میں فروغ دے رہے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عارف صدر شعبہ اردو' ایس ای کالج بہاولپور' معروف اسکالر اور علمی شخصیت ہیں۔ آپ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی کے بھانجے ہیں اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے وابستہ ہیں۔ آپ نے سندھ کے حوالے سے امام احمد رضا خاں پر پہلا مقالہ قلمبند کیا تھا جو معارف رضا شمارہ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء میں شائع بھی ہوا۔ گڑھی اختیار خاں کی ایک اور معروف علمی شخصیت پیر محمد فاروق القادری صاحب کی ہے آپ نے بھی اعلیٰ حضرت کے حوالے سے ایک بہت عمدہ تالیف "فاضل بریلوی اور امور بدعت" کے نام سے تحریر فرمائی تھی جس کو عوام الناس نے بے حد پسند فرمایا۔ الغرض سابق ریاست بہاولپور میں امام احمد رضا خاں پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے قبل بھی مشہور و معروف تھے اور دشمنان دین کی منفی کوششوں کے باوجود آج بھی وہاں مقبول اور متعارف ہیں۔

نوٹ : راقم اس مقالے کے سلسلے میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کا مشکور ہے جن کے قیمتی مشوروں نے میری بہت مدد فرمائی اور ساتھ ہی نبیرہ حضرت علامہ حکیم امجد علی علیہ الرحمہ' محترم المقام حضرت مولانا عطاء المصطفیٰ مدظلہ العالی کا ممنون ہے جنھوں نے اس مقالے کو مکمل پڑھا کیوں کہ اس میں خاصے ٹیکنیکل قسم کے استفتاء تھے۔ مولانا عطاء المصطفیٰ آج کل دارالعلوم امجدیہ رضویہ میں مفتی عبدالعزیز حنفی کے ساتھ مسند افتاء

کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دونوں بزرگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

آخر میں پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عارف کا بھی ممنون ہوں کہ اس مقالے کے لئے تقدیم تحریر فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عرفاں میں برکتیں عطا فرمائے اور دونوں جہاں کی دولتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین

"ماخذ و مراجع"

۱...... مولانا محمد حسنین رضا قادری بریلوی "سیرت اعلیٰ حضرت" ص ۴۱ بزم قاسمی برکاتی ۱۹۸۶ء

۲...... مجیداللہ قادری "قرآن سائنس اور امام احمد رضا" دوسرا ایڈیشن ص ۱۷ المختار پبلی کیشنز کراچی ۱۹۹۴ء

۳...... امام احمد رضا محدث بریلوی "فتاویٰ رضویہ" جلد ۳ ص ۳۳۰ مکتبہ رضویہ کراچی ۱۹۹۰ء

۴...... مجیداللہ قادری "فتاویٰ رضویہ کا موضوعاتی جائزہ" ص ۱۴ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۸ء

۵...... مجیداللہ قادری "مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۳ء" ص ۷۷۔ ۸۳ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

۶...... مجیداللہ قادری "معارف رضا" شمارہ ۱۴ ص ۱۲۷۔۱۴۶ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۴ء

۷...... مجیداللہ قادری "امام احمد رضا اور علمائے سندھ" صفحات ۲۷ المختار پبلی کیشنز کراچی ۱۹۹۵ء

۸...... سید قاسم محمود "اسلامی انسائیکلو پیڈیا" ص ۳۹۷ شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی۔

۹...... ایضاً ص ۳۹۷

۱۰...... احمد بدر اقبال "مزارات اولیاء بہاولپور" ص ۹، مطبوعہ ۱۹۹۳ء

۱۱...... ایضاً ص ۲۰

۱۲...... مسعود حسن شہاب دہلوی "مشاہیر بہاولپور" ص ۴۱۔۴۳

۱۳...... اختر راہی "تذکرہ علمائے پنجاب" جلد اول ص ۲۰۲، مکتبہ رحمانیہ لاہور ۱۹۸۰ء

۱۴...... علامہ عبدالحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہلسنّت" ص ۱۴۸، مکتبہ قادریہ لاہور ۱۹۷۶ء

۱۵...... ایضاً ص ۱۴۷

۱۶...... پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد "سرتاج الفقہاء" ص ۱۹، مرکزی مجلس رضا لاہور

۱۷...... مفتی وقارالدین "اعلیٰ حضرت کے علمی کارنامے" سالنامہ معارف رضا شمارہ دوم ص ۹۹، ادارہ معارف رضا کراچی ۱۹۸۲ء

۱۸...... اختر راہی "تذکرہ علمائے پنجاب حصہ دوم ۷۸۳ مکتبہ رحمانیہ لاہور

۱۹...... ایضاً ص ۷۲۶

۲۰...... علامہ عبدالحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہلسنّت" ص ۵۱۲، مکتبہ قادریہ

۲۱...... اختر راہی "تذکرہ علمائے پنجاب" مکتبہ رحمانیہ ص ۵۱۲

۲۲...... ڈاکٹر ناصر وحید "شہریار تصوف" مضمون بحوالہ حضرت خواجہ محمد یار۔فریدی ص ۷۶، مطبوعہ ۱۹۹۲ء

۲۳...... سید محمد فاروق القادری "حضرت خواجہ محمد یار اور عشق رسول" ایضاً ص

۲۴...... بشیر حسین ناظم "کچھ یادیں کچھ باتیں" ایضاً ص ۲۹

۲۵...... علامہ عبدالحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہلسنت" مکتبہ قادریہ ص ۵۱۳

۲۶......امام احمد رضا خاں قادری "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" جلد ۷ ص ۵۲۹' مکتبہ رضویہ کراچی

۲۷...... اختر راہی "تذکرہ علمائے پنجاب" مکتبہ رحمانیہ' ص ۵۳۳

۲۸...... قاری فیوض الرحمٰن "مشاہیر علمائے دیوبند" جلد اول ص ۳۵۸ مکتبہ عزیزیہ لاہور ۱۹۷۶ء

۲۹...... ایضاً' ص ۳۵۹

۳۰...... اختر راہی "تذکرہ علمائے پنجاب" جلد دوم مکتبہ رحمانیہ ص ۴۸۷

۳۱...... علامہ عبدالحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہلسنت" مکتبہ قادریہ ص ۱۵۸

۳۲...... سید مغفور القادری "عبادالرحمٰن" (تذکرہ مشائخ بھرچونڈی شریف) ص ۲۱۹' فرید بک اسٹال لاہور ۱۹۹۱ء

۳۳...... جہان رضا ایڈیٹر پیرزادہ اقبال احمد فاروقی' شمارہ ۴۰

۳۴...... ایضاً

المختار پبلی کیشنز کی ایمان افروز روح پرور علمی و تحقیقی کتب

- کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن (اردو، انگریزی، سندھی)
- صحیح البہاری (عربی)
- فتاوی رضویہ (کامل)
- فتاوی رضویہ (تخریج و مترجم)
- حدائق بخشش (انتخاب)
- شرح حدائق بخشش
- حدائق بخشش کا تحقیقی جائزہ
- تمہید ایمان
- رحمتِ عالم اور دیدار الٰہی
- فوز مبین در رد حرکتِ زمین
- شریعت و طریقت
- ارمغانِ رضا (فارسی)
- امریکی سائنسدان کو چیلنج
- البرہان القویم (فارسی)
- رویت الہلال (فارسی)
- البرور فی اوج المجذور (فارسی)
- حاشیہ جامع الافکار (فارسی)
- تاج توقیت (فارسی)
- دودھ کے رشتے
- عالم بیداری میں معراج
- الخطوط الرئیسیہ (عربی)
- فقیہ العصر (عربی)
- الشیخ احمد رضا البریلوی الحنفی (عربی)
- دور الشیخ احمد رضا (عربی)
- معارف رضا (بین الاقوامی تحقیقی مجلہ)
- آئینہ رضویات
- محدث بریلوی
- اُجالا
- غریبوں کے غمخوار
- گویا دبستاں کھل گیا
- عبقری الشرق مولانا احمد رضا
- امام احمد رضا کی عالمی اہمیت
- امام احمد رضا کا اصلاحی منصوبہ
- رہبر و رہنما
- گناہ بے گناہی
- قرآن، سائنس اور امام احمد رضا
- امام احمد رضا اور علماء سندھ
- امام احمد رضا اور علماء بہاولپور
- خلفاء اعلیٰحضرت
- شاہ احمد رضا بریلوی افغانی (اردو، پشتو، فارسی)
- معمار پاکستان
- پردہ اُٹھتا ہے
- بول کہ لب آزاد ہیں تیرے
- امام احمد رضا اور ڈاکٹر ضیاء الدین
- بات میری نہیں بات ہے زمانے کی
- آمن میاں
- فاضل بریلوی کا مسلک
- زبان گالھائی تی (سندھی)
- استاذ کے حقوق

المختار پبلی کیشنز کی ایمان افروز روح پرور علمی و تحقیقی کتب

- کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن (اردو، انگریزی، سندھی)
- صحیح البہاری (عربی)
- فتاوی رضویہ (کامل)
- فتاوی رضویہ (تخریج و مترجم)
- حدائق بخشش (انتخاب)
- شرح حدائق بخشش
- حدائق بخشش کا تحقیقی جائزہ
- تمہید ایمان
- رحمت عالم اور دیدار الٰہی
- فوز مبین در رد حرکت زمین
- شریعت و طریقت
- ارمغان رضا (فارسی)
- امریکی سائنسدان کو چیلنج
- البرہان القویم (فارسی)
- رویت الہلال (فارسی)
- البرور فی اوج المجذور (فارسی)
- حاشیہ جامع الافکار (فارسی)
- تاج توقیت (فارسی)
- دودھ کے رشتے
- عالم بیداری میں معراج
- الخطوط الرئیسیہ (عربی)
- فقیہ العصر (عربی)
- الشیخ احمد رضا البریلوی الحنفی (عربی)
- دور الشیخ احمد رضا (عربی)
- معارف رضا (بین الاقوامی تحقیقی مجلہ)
- آئینہ رضویات
- محدث بریلوی
- اجالا
- غریبوں کے غمخوار
- گویا دبستاں کھل گیا
- عبقری الشرق مولانا احمد رضا
- امام احمد رضا کی عالمی اہمیت
- امام احمد رضا کا اصلاحی منصوبہ
- رہبر و رہنما
- گناہ بے گناہی
- قرآن، سائنس اور امام احمد رضا
- امام احمد رضا اور علماء سندھ
- امام احمد رضا اور علماء بہاولپور
- خلفاء اعلیٰحضرت
- شاہ احمد رضا بریلوی افغانی (اردو، پشتو، فارسی)
- معمار پاکستان
- پردہ اٹھتا ہے
- بول کہ لب آزاد ہیں تیرے
- امام احمد رضا اور ڈاکٹر ضیاء الدین
- بات میری نہیں بات ہے زمانے کی
- امن میاں
- فاضل بریلوی کا مسلک
- زبان کا لھائی تی (سندھی)
- استاذ کے حقوق